علیہ الصلوٰۃ والسلام

خادم

دلائل صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(حصہ اوّل)

پہلی دلیل

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس: ۱۷) کہ میں نے تم میں دعویٰ نبوت سے قبل ایک لمبی عمر گزاری ہے۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ اگر میں پہلے جھوٹ بولتا تھا تو اب بھی بولتا ہوں لیکن اگر میری چالیس سالہ زندگی پاک اور بے عیب ہے تو یقیناً آج میرا دعویٰ الہام و نبوت بھی حق ہے۔ ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

حضرت قطب الاولیاء۔ ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص جوانی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوگا۔ وہ بڑھاپے میں بھی اللہ ہی کا تابعدار رہیگا۔"

{ (تذکرۃ الاولیاء۔ مصنفہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ باب ۶۸ حالات ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار مترجم اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور۔ و ظہیر الاصفیاء۔ ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء۔ شائع کردہ حاجی چراغ الدین سراج الدین صفحہ ۴۲۷) }

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحبانِ حق کے پیشرو اور امام ہوتے اور محبانِ خدا کے پیشوا۔ جبتک برہانِ حق اور رسالت نے اُن پر ظہور نہ پایا اور وحی نازل نہ ہوئی تب تک نیک نام رہے اور جب دوستی کی خلعت نے سرِ مبارک پر زیب دیا تو خلقت نے ملامت سے اُن پر زبان درازی کی۔ بعض نے کاہن کہہ دیا۔ اور بعض نے شاعر اور بعض نے دیوانہ اور بعض نے جھوٹ کا الزام دیا۔ ایسی ہی اور گستاخی جائز رکھی۔" (کشف المحجوب باب چہارم "ملامت کے بیان میں" مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش جلال دین لاہوری ۱۳۲۲ھ صفحہ ۹۵/۹۶)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا۔ تو اس سے قبل ابولہب اور دوسرے کافر بھی کہتے تھے مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الشعراء۔ جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ مصری) کہ ہم نے آپ سے سوائے سچ کے اور کبھی کچھ تجربہ نہیں کیا۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دعویٰ بیان فرمایا۔ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ کہ میں خدا کی طرف سے نبی ہو کر آیا ہوں اور یہ کہ ایک خطرناک عذاب آنیوالا ہے۔ تو انہی مصدقین نے انکار کیا اور ابولہب نے تو تَبًّا لَّكَ بھی کہدیا کہ آپکو ہلاکت ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی لوگ جو پہلے مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا کہا کرتے تھے بعد از دعوٰئے نبوت جھوٹا کہنے لگ گئے۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (سورۃ ص: ۵) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف جادوگر ہیں بلکہ نعوذ باللہ کذاب بھی ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کی قبل از دعویٰ زندگی دوست و دشمن کے تجربہ کے رو سے پاک ہوتی ہے۔

گو یا کہ تو اُس کی دعویٰ نبوت کے بعد کی زندگی بھی ہوتی ہے۔ مگر چونکہ دعویٰ نبوت کی وجہ سے لوگ اسکے دشمن ہو جاتے ہیں اس لیے وہ اس پر طرح طرح کے اعتراض "دشمن بات کرے انہونی" کے مطابق کیا کرتے ہیں۔ پس اگر کسی مدعی نبوت کی صداقت پرکھنی ہو۔ تو اس کی دعویٰ سے قبل کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اب دیکھو خدا نے اپنی حُجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کرکے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے۔ وہ خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کسقدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب۔ افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جُھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لیے یہ ایک دلیل ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صٓ)

اس چیلنج کو شائع ہوتے ۵۲ سال گزر گئے مگر آج تک کسی شخص کو اس کے قبول کرنے کی جرآت نہیں ہوئی۔ ہاں مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن کے زمانہ سے جانتا تھا۔ یہ شہادت دی۔

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جسقدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہموطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صٓ)

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (والله حسیبہٗ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صٓ)

"اب ہم اس (براہین احمدیہ) پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔۔۔۔۔۔ اور اس کا مؤلف (حضرت مسیح موعودؑ) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صٓ)

اعتراض۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھا ہے کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے اور خود بارہ سال حیاتِ مسیح کے قائل رہے۔

جواب: (۱) حد ہمیشہ اتمام حجت کے بعد لگتی ہے جب تک نبی ایک بات کو ممنوع قرار نہیں دے دیتا اس وقت تک اس کی خلاف ورزی کرنے والا کسی فتویٰ کے ماتحت نہیں آتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ وَ اَبِیْہِ اِنْ صَدَقَ (مسلم کتاب الایمان باب بیان

الصلوات اتی من عد ارکان الاسلام) کہ اس کے باپ کی قسم اگر اس نے سچ بولا ہے تو وہ کامیاب ہوگیا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "باپ" کی قسم وَ اَبِیْہِ کے الفاظ میں کھائی ہے مگر دوسری جگہ فرمایا۔

(۲) مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ (ترمذی و مشکوٰۃ مجتبائی ص۲۹۶ باب الایمان والنذور)

جو خدا کے سوا کسی کی قسم کھائے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ مجتبائی ص۳۷ میں ابوداؤد کی یہ روایت درج ہے:۔

"قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاکَ وَ اَبِیْ الْجُوْعُ" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے باپ کی قسم یہ بھوک ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باپ کی قسم کھائی ہے اور اس کے متعلق حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔ "وقولہ و ابی الجوع قِیْلَ لَعَلَّ ھٰذَا الْحَلْفَ قَبْلَ النَّھْیِ عَنِ الْقَسْمِ بِالْاٰبَاءِ" (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی ص۳۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "میرے باپ کی قسم" کہا گیا ہے کہ شاید باپوں کی قسم کی ممانعت سے قبل آنحضرت صلعم نے یہ قسم اٹھائی ہے یا عادۃً آنحضرت صلعم کے منہ سے نکل گئی ہے۔

(۳) فَقَدْ لَبِثْتُ والی آیت میں تو چالیس سالہ قبل از دعویٰ زندگی میں جھوٹ اور فسق و فجور سے پاکیزگی کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ عقائد تو انبیاء کو خدا تعالیٰ کی وحی ہی آکر مکمل طور پر بتاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے چیلنج میں فرمایا:۔

"تم کوئی عیب افترا۔ یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔"

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا۔ مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ نساء باب اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ الخ جلد ۳ ص۔ مطبع الہیہ مصر) کہ جو یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بڑا ہوں وہ جھوٹ بولتا ہے۔

پھر فرمایا۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی (صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء) کہ مجھ کو موسیٰ سے افضل نہ کہو۔ مگر بعد میں فرمایا۔ "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ لَا فَخْرَ" کہ میں تمام انسانوں کا سردار ہوں۔ اور یہ بطور فخر نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ پھر فرمایا: اَنَا اِمَامُ النَّبِیِّیْنَ وَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ" کہ میں تمام نبیوں کا امام اور رہبر ہوں۔

نیز دیکھو مسلم جلد ۲ ص۔ مصری جہاں لکھا ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا۔ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ! تو آپ نے فرمایا۔ ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ کہ میں تمام انسانوں سے افضل نہیں۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

(۵) آج اگر کوئی مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس پر یہودی اور کافر ہونے کا فتویٰ لگ جائے۔ مگر خود آنحضرت صلعم نبوت کے بعد ۱۳ سال اور ۷ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلہ جلد ۱ ص۵۵ مصری)

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم صَلّٰی نَحْوَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ سولہ یا سترہ مہینے (ہجرت کے بعد)۔ اس تبدیلی پر اعتراض کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ کہہ کر بیوقوف قرار دیا ہے۔

نوٹ: ۱۔ بعض مخالف مولوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض اس قسم کی عبارات پیش کر دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ میں دعوے سے قبل گمنام تھا۔ مجھے کوئی نہ جانتا تھا وغیرہ وغیرہ اور ان عبارات سے یہ دھوکا دیتے ہیں کہ جب آپ کو ایک شخص بھی نہیں جانتا تھا پھر آپ کی پہلی زندگی پر اعتراض کون کرے؟ اِس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرنی چاہیئے:۔

"اور میں اپنے باپ کی موت کے بعد محروموں کی طرح ہو گیا۔ اور میرے پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ بجز چند گاؤں کے لوگوں کے اور کوئی مجھ کو نہیں جانتا تھا۔ یا کچھ اردگرد کے دیہات کے لوگ تھے کہ روشناس تھے اور میری یہ حالت تھی کہ اگر میں کبھی سفر سے اپنے گاؤں میں آتا تو کوئی مجھے نہ پوچھتا کہ تو کہاں سے آیا اور اگر میں کسی مکان میں اُترتا تو کوئی سوال نہ کرتا کہ تُو کہاں اُترا ہے اور میں اس گمنامی اور اس حال کو بہت اچھا جانتا تھا اور شہرت اور عزت اور اقبال سے پرہیز کرتا تھا۔۔۔ پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنائیگا اور اپنے عہد مجھ میں پورے کریگا اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں۔"

(ریویو اُردو فروری ۱۹۰۳ء جلد ۲ ۲ ص۵۶، ص۵۸)

۲۔ اگر معترض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبل از دعویٰ زندگی کو نہیں جانتا تو مولوی محمد حسین بٹالوی تو جانتا تھا جس نے لکھا کہ:۔

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات اور خیالات سے جسقدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے واقف کم نکلیں گے مؤلف صاحب ہمارے ہموطن ہیں بلکہ اوائل کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ ص۶)

۳۔ پھر اسی طرح مولوی سراج الدین صاحب (جو مولوی ظفر علی صاحب آف "زمیندار" کے والد تھے) نے شہادت دی کہ

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء و ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اُس وقت آپکی عمر ۲۲، ۲۳ سال کی ہو گی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔" (زمیندار ۸ جون ۱۹۰۸ء)

m0334 (1422x2448x256 jpeg)

۴۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی یہ دلیل آریوں کے سامنے بیان کی جاتی ہے تو وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم اُن کی قبل از دعویٰ زندگی کو نہیں جانتے اس پر اعتراض کیا کریں؟ تو اس کا بھی یہی جواب ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو ابوجہل اور ابولہب تو جانتے تھے۔ ہم جب اُن کی گواہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بے عیب اور پاک ہونا ثابت کر سکتے ہیں تو صداقت واضح ہے۔

بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آپ کی قبل از دعویٰ زندگی کو دیکھنے والوں کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ بعض مولوی جب کوئی جواب نہیں دے سکتے اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبل از دعویٰ زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ قبل از دعویٰ زندگی کا پاک ہونا دلیل صداقت نہیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہو سکتا۔ شاید در پردہ کوئی اور اعمال ہوں۔

الجواب:۔ (۱) یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ محض دھوکہ ہے اور اس کا ازالہ خود آیت فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا (سورۃ یونس: ۱۷) میں موجود ہے۔ یعنی یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص درحقیقت پاک نہ ہو بلکہ "در پردہ کوئی اور اعمال ہوں" اور کچھ عرصہ تک تو وہ لوگوں کی نظر میں پاکباز بنا رہے۔ جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے، لیکن یہ ممکن نہیں کہ کوئی جھوٹا مدعیٔ نبوت ہو۔ اور درحقیقت اس کی زندگی ناپاک ہو اور وہ ایک لمبے عرصہ تک جو چالیس برس تک ممتد ہو پاکباز بنا رہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت میں۔ یوں نہیں فرمایا کہ "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ" کہ مَیں تم میں رہا ہوں۔ بلکہ فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا یعنی مَیں تم میں ایک لمبی عمر گذار چکا ہوں۔ پس لمبے عرصہ (عُمُرًا) تک اس کا پاکباز ہونا یقیناً حقیقی راستبازی کی دلیل ہے۔

(۲) ہم نے یہ نہیں کہا کہ محض عمدہ چال چلن حقیقی پاکیزگی پر گواہ ہے۔" اور نہ ہم نے یہ کہا کہ ظاہری راستبازی کے لیے صرف یہ دعویٰ کافی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے۔ بلکہ ہماری بحث تو ایک "مدعی الہام" کی قبل از دعویٰ زندگی کی پاکیزگی کے متعلق ہے۔ ہم نے یہ دلیل نہیں دی کہ جس شخص کو عام لوگ راستباز کہیں وہ ضرور حقیقی طور پر سچا ہوتا ہے۔ بلکہ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ مدعیٔ نبوت کی دعویٰ سے پہلی زندگی پر دشمن سے دشمن کو بھی کوئی صحیح اعتراض کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ چنانچہ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے کہ آپ کے مخالفین کو بھی حضورؑ کے دعویٰ سے پہلی زندگی پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پس سوال عام راستباز کا نہیں۔ بلکہ مدعیٔ وحی والہام کی قبل از دعویٰ پاکیزہ زندگی کا ہے۔

(۳) حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقی راستباز کے متعلق وہ عبارت تحریر نہیں فرمائی۔ بلکہ "ظاہری راستباز" کے متعلق تحریر فرمائی ہے جیسا کہ اس کا پہلا ہی جملہ یہ ہے: "ایک ظاہری راستباز کے لیے۔"

(۴) اگر بالفرض بحث اس عبارت کو مدعیٔ نبوت کے متعلق بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو حضورؑ نے تحریر

فرمایا ہے کہ محض دعویٰ پاکیزگی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ کوئی امتیازی نشان بھی ہونا چاہیئے۔ سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کے ثبوت میں ہم محض حضرت اقدس کا دعویٰ ہی پیش نہیں کرتے۔ بلکہ آپ کے اشد ترین دشمنوں کی شہادت کے علاوہ آسمانی نشان بھی حضورؑ کے اس دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں تو خود انسان کا بھی دخل ہو سکتا ہے، لیکن اپنی زندگی کے بڑھانے یا گھٹانے میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ پس "لَوْ تَقَوَّلَ" والے معیار کے مطابق (جس کو ہم نے دوسری دلیل کے ضمن میں تفصیل سے بیان کیا ہے) حضرت اقدس علیہ السلام کا بعد از دعویٰ وحی و الہام ۲۳ برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا یقیناً امتیازی نشان ہے۔ نیز اس کے علاوہ وہ لاکھوں نشانات بھی جو حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہماری تائید میں ہیں۔ پس حضرت اقدسؑ کے نزدیک حضورؑ کی قبل از دعویٰ زندگی کا پاکیزہ ہونا یقیناً دلیل صداقت ہے۔ چنانچہ حضور خود تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ پاک زندگی جو ہم کو ملی ہے۔ یہ صرف ہمارے مُنہ کی لاف و گزاف نہیں اس پر آسمانی گواہیاں ہیں۔" (سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۲۱)

پس ؎

صوفیاء اب ہیچ ہے تیری طرح تیری ترازہ ؛ آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

(المسیح الموعودؑ)

دوسری دلیل

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (الحاقہ: ۴۵ تا ۴۷) کہ اگر یہ کوئی جھوٹا الہام بنا کر میری طرف منسوب کرتا (اور کہتا کہ یہ الہام مجھے خدا کی طرف سے ہوا ہے) تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔

گویا اگر کوئی شخص جھوٹا الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو وہ قتل ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو صداقت کی کسوٹی ہیں۔ آپ ۲۳ سال دعویٰ وحی و الہام کے بعد زندہ رہے اس لیے کوئی جھوٹا مدعیٔ الہام و وحی نبوت اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جتنا عرصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہے۔

۱- قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے ماتحت بدلیل استقراء ہمارا دعویٰ ہے کہ آج تک جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت و الہام کو دعویٰ کے بعد ۲۳ سال کی مہلت نہیں ملی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اربعین میں ۵۰۰ سو روپیہ انعام کا وعدہ بھی کیا ہے مگر آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی تورات میں بھی یہی لکھا ہے کہ "جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا۔" (دیکھو مضمون صداقت مسیح موعود از روئے بائیبل)

۲- شرح عقائد نسفی میں بھی (جو اہل سنت و الجماعت کی معتبر کتابوں میں سے ہے) لکھا ہے:-

فَإِنَّ الْعَقْلَ يَجْزِمُ بِامْتِنَاعِ اجْتِمَاعِ هٰذِهِ الْأُمُورِ فِي غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْ يَجْمَعَ

اللهُ هٰذِهِ الْكَمَالَاتِ فِيْ حَقِّ مَنْ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لِمَنْ يَفْتَرِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ يُمْهِلُهٗ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً (مبحث النبوات ص۱) کہ عقل اس بات کو ناممکن قرار دیتی ہے کہ یہ باتیں ایک غیر نبی میں جمع ہو جائیں۔ اُس شخص کے حق میں جس کے متعلق خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ خدا پر افترا۔ کرتا ہے۔ پھر اس کو ۲۳ سال کی مہلت دے۔

۳۔ پھر شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس میں لکھا ہے :۔

فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بُعِثَ وَعُمْرُهٗ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً وَتُوُفِّيَ وَ عُمْرُهٗ ثَلَاثَةٌ وَسِتُّوْنَ سَنَةً (ص۴۴۴) ۲۳ سال کی میعاد ہم نے اس لیے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں نبی ہوتے اور ۶۳ سال کی عمر میں حضورؐ نے وفات پائی۔

۴۔ نبراس میں علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں :۔

"وَقَدِ ادَّعٰى بَعْضُ الْكَذَّابِيْنَ النُّبُوَّةَ كَمُسَيْلَمَةَ الْيَمَامِيِّ وَالْاَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ وَ سَجَاحِ الْكَاهِنَةِ فَقُتِلَ بَعْضُهُمْ وَتَابَ بَعْضُهُمْ وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يَنْتَظِمْ اَمْرُ الْكَاذِبِ فِي النُّبُوَّةِ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" (نبراس ص۴۴۴ مطبوعہ میرٹھ)

کہ بعض جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ مسیلمہ یمامی، اسود عنسی وغیرہ نے۔ پس ان میں سے بعض قتل ہو گئے اور باقیوں نے توبہ کرلی اور نتیجہ یہ ہے کہ جھوٹے مدعیٔ نبوت کا کام چند دن سے زیادہ نہیں چلتا۔

۵۔ امام ابن قیم ایک عیسائی سے مناظرہ کے دوران میں آنحضرت صلعم کی صداقت کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں :۔

"وَهُوَ مُسْتَمِرٌّ فِي الْاِفْتِرَاءِ عَلَيْهِ ثَلَاثَةً وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَهُوَ مَعَ ذَالِكَ يُؤَيِّدُهٗ" (زاد المعاد جلد ۱ ص۵) کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ مدعی خدا پر ۲۳ سال سے افترا۔ کرتا ہے اور پھر بھی خدا اس کو ہلاک نہیں کرتا بلکہ اس کی تائید کرتا ہے۔ وہ پھر کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

۶۔ پھر فرماتے ہیں :۔ نَحْنُ لَا نُنْكِرُ اَنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْكَذَّابِيْنَ قَامَ فِي الْوُجُوْدِ وَظَهَرَتْ لَهٗ شَوْكَتُهٗ وَلٰكِنْ لَّمْ يَتِمَّ لَهٗ اَمْرُهٗ وَلَمْ تَطُلْ مُدَّتُهٗ بَلْ سَلَّطَ عَلَيْهِ رُسُلَهٗ..... فَمَحَقُوْا اَثَرَهٗ وَقَطَعُوْا دَابِرَهٗ وَاسْتَاْصَلُوْا شَاْفَتَهٗ هٰذِهٖ سُنَّتُهٗ فِيْ عِبَادِهٖ مُنْذُ قَامَتِ الدُّنْيَا وَ اِلٰى اَنْ يَّرِثَ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا۔ (زاد المعاد جلد ۱ ص۵)

"کہ ہم اس امر کا انکار نہیں کرتے۔ کہ بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوتے اور اُن کی شان و شوکت بھی ظاہر ہوئی۔ مگر اُن کا مقصد کبھی پورا نہ ہوا۔ اور نہ اُن کو لمبا عرصہ مہلت ملی۔ بلکہ خدا نے اپنے فرشتے اُن پر مسلط کر دیئے جنہوں نے اُن کے آثار مٹا دیئے اور انکی جڑیں اکھاڑ دیں اور بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا یہی خدا کی اپنے بندوں میں جب سے دُنیا بنی اور جب تک دنیا موجود رہے گی سنت ہے۔

۷۔ مفسّرین :۔ علامہ فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :۔

هٰذَا ذِكْرُهٗ عَلٰى سَبِيْلِ التَّمْثِيْلِ بِمَا يَفْعَلُهُ الْمُلُوْكُ بِمَنْ يَتَكَذَّبُ عَلَيْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا يُمْهِلُوْنَهٗ بَلْ يَضْرِبُوْنَ رَقَبَتَهٗ فِى الْحَالِ۔" (جلد ۸ ص ۲۹۱)

کہ یہ جو فرمایا کہ اگر یہ جھوٹا الہام بناتا تو ہم اس کی رگِ جان کاٹ دیتے یہ بطور مثال ذکر کیا ہے جس طرح بادشاہ اُس شخص کو جو جھوٹ موٹ اپنے آپ کو اُن کی طرف منسوب کرے مہلت نہیں دیتے۔

۸۔ پھر فرماتے ہیں:۔ هٰذَا هُوَ الْوَاجِبُ فِىْ حِكْمَةِ اللهِ تَعَالٰى لِئَلَّا يَشْتَبِهَ الصَّادِقُ بِالْكَاذِبِ۔" (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۹۱)

کہ خدا کی حکمت کے لئے یہی ضروری ہے (کہ جھوٹے کو جلدی برباد کر دیا جائے) تاکہ صادق کے ساتھ کاذب بھی نہ مل جائے (مشتبہ نہ ہو جائے)

۹۔ امام جعفر طبری تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص ۴۲ ومطبع میمنیہ ص ۳۷ مصری میں لکھتے ہیں:۔

"اِنَّهٗ كَانَ يُعَاجِلُهٗ بِالْعُقُوْبَةِ وَلَا يُؤَخِّرُهٗ بِهَا۔"

کہ خدا تعالیٰ جھوٹے مدعیٔ نبوت والہام کو فوراً سزا دیتا ہے اور قطعاً" تاخیر نہیں کرتا۔

۱۰۔ مولوی ثناء اللہ:۔ ا۔" نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں۔ وہاں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔" (مقدمہ تفسیر ثنائی ص ۱۷)

ب۔ واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی اُمّت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔ مسیلمہ کذاب اور عبید اللہ مہدی نے ۔۔۔ دعویٰ نبوت کئے اور کیسے کیسے جھوٹ خدا پر باندھے، لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے ۔۔۔۔۔ تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ مگر تابکے؟" (مقدمہ تفسیر ثنائی ص ۱۷)

ج۔" دعویٰ نبوت کا ذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔" (ایضاً حاشیہ ص ۱۷)

۱۱۔ تفسیر رُوح البیان جلد ۴ ص ۴۶۲ پر ہے:۔

"فِى الْاٰيَةِ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اَنَّ النَّبِىَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ قَالَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ شَيْئًا اَوْ زَادَ اَوْ نَقَصَ حَرْفًا وَاحِدًا عَلٰى مَا اُوْحِىَ اِلَيْهِ لَعَاقَبَهُ اللهُ وَهُوَ اَكْرَمُ النَّاسِ عَلَيْهِ فَمَا ظَنُّكَ بِغَيْرِهٖ۔"

کہ اس آیت میں تنبیہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے کوئی الہام بنا لیتے یا جو وحی خدا کی طرف سے نازل ہوئی اس میں ایک حرف بھی بڑھاتے یا کم کر دیتے۔ تو خدا تعالیٰ آپ کو سزا دیتا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی نظر میں سب دُنیا سے معزز ہیں۔ پھر اگر کوئی دوسرا (اس طرح پر) افتراء کرے تو اس کا کیا حال ہو؟

۱۲۔ یہی مضمون تفسیر کشاف ص ۱۵۲۴ مطبوعہ کلکتہ و ابن کثیر جلد ۱۰ ص ۱۷ برحاشیہ فتح البیان و فتح البیان جلد ۱۰ ص ۲۷ و جلالین مجتبائی ص ۴۷۰ و شہاب علی البیضاوی جلد ۸ ص ۲۳۱ والسراج المنیر مصنفہ علامہ الخطیب

بغدادی جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ پر بھی ہے۔

نوٹ ۱ :۔ بعض غیر احمدی مولوی ہمارے استدلال سے تنگ آ کر کہا کرتے ہیں کہ "لَوْ" حرفِ شرط جب کسی جملہ میں مستعمل ہو تو اس کی جزا فوراً اُسی وقت محقق ہو جایا کرتی ہے۔ پس "لَوْ تَقَوَّلَ" والی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نبی کوئی جھوٹا الہام بناتا تو فوراً اسی وقت قتل کر دیا جاتا۔ تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ قاعدہ "لَو" کے متعلق بالکل منگھڑت ہے۔ کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ۔ (سورۃ الکہف : ۱۱۰) کہ اگر تمام سمندر خدا تعالیٰ کے کلمات کو لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو وہ سمندر ختم ہو جائیں مگر خدا کے کلمات ختم نہ ہونگے۔ کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سمندر لکھنا شروع کرنے کے ساتھ ہی یکدم ختم ہو جانے یا یہ کہ باری باری کر کے آہستہ آہستہ سب ختم ہو جاتے۔ جوں جوں خدا کے کلمات احاطۂ تحریر میں لاتے جاتے توں توں سیاہی بھی ختم ہوتی جاتی۔

نوٹ ۲ :۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے۔ انکو ۲۳ برس کی مہلت بعد از دعویٰ نہ ملی تھی۔

جواب :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے اور یہی جماعت احمدیہ کا مذہب ہے، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی تو تحریر فرمایا ہے:

(۱) "عادت اللہ اس طرح پر ہے کہ اوّل اپنے نبیوں اور رسولوں کو اس قدر مہلت دیتا ہے کہ دنیا کے بہت سے حصہ میں ان کا نام پھیل جاتا ہے اور ان کے دعویٰ سے لوگ مطلع ہو جاتے ہیں اور پھر آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ لوگوں پر اتمام حجت کر دیتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی رُوحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۵ آخری سطر)

پس یہ تو درست ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوتے، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہاں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دعویٰ کے بعد ۲۳ برس گزرنے سے پہلے ہی شہید کئے گئے تھے؟ پس جب تک کوئی صریح حوالہ حضرت اقدس علیہ السلام کی کتاب سے پیش نہ کرو اس وقت تک ۲۳ سالہ معیار کے جواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام نہ لو۔

(۲) اگر کوئی ایسا حوالہ ہو بھی (جس کا ہونا یقیناً ناممکن ہے۔ مگر بغرض بحث) تو بھی ہماری دلیل پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ جھوٹا مدعیٔ نبوت بعد از دعویٰ الہام و وحی ۲۳ برس کی مہلت نہیں پا سکتا۔ اور اگر کوئی مدعی نبوت بعد از دعویٰ الہام و وحی ۲۳ برس تک زندہ رہے تو یقیناً وہ سچا ہے لیکن اس کا عکس کلیّہ نہیں۔

اس اعتراض کا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے خوب جواب دیا ہے۔

"کاذب مدعیٔ نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔"

اس پر مولوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔

"اِس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو نبی قتل ہوا جھوٹا ہے۔ بلکہ اِن میں عموم مطلق ہے۔ یعنی یہ ایسا مطلب ہے کہ جو شخص زہر کھاتا ہے مر جاتا ہے۔ اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر بھی کھائی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو کوئی زہر کھائیگا وہ ضرور مریگا۔ اور اگر اس کے سوا بھی کوئی مرے، ہو سکتا ہے کہ اُس نے زہر نہ کھائی ہو۔ یہی تمثیل ہے دعوئ نبوت کا ذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائیگا ہلاک ہوگا۔ اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو تو ممکن ہے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے۔"

(مقدمہ تفسیر ثنائی ص۱ حاشیہ)

سچ ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

واہ رے جوش جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

ایک وہم اور اُس کا ازالہ

بعض لوگ اس کے جواب میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا (یونس: ۷۰، ۷۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتری کو دُنیا میں فائدہ ملتا ہے۔ یعنی اس کو لمبی مہلت ملتی ہے۔ (محمدیہ پاکٹ بک ص۲۴)

الجواب:۔ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا سے مراد لمبی مہلت نہیں۔ بلکہ تھوڑی مہلت ہے۔ چنانچہ خود تم نے اگلے ہی صفحہ پر قرآن مجید کی ایک دوسری آیت اس مقصد کے لئے نقل کر کے خود ہی اس کا ترجمہ کر کے اسے واضح کر دیا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (النحل: ۱۱۷، ۱۱۸) "تحقیق مفتری نجات نہیں پائیں گے۔ انہیں نفع تھوڑا ہے اور عذاب دردناک۔"

غرضیکہ قرآن مجید نے مفتری کے لئے لمبی مہلت کہیں بھی تسلیم نہیں کی جو ۲۳ سال تک دراز ہو جائے ہاں تھوڑی مہلت خواہ وہ ایک سال ہو یا دو یا پانچ سال یعنی ہماری بیان کردہ انتہائی مہلت سے کم ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ اگر مفتری کو اتنی لمبی مہلت ملے جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ تو آیت "لَوْ تَقَوَّلَ" کی دلیل باطل ہو جاتی ہے کیونکہ مخالف بآسانی کہہ سکے گا کہ فلاں مدعی نبوت بھی باوجود جھوٹا ہونے کے "تَقَوَّلَ" کرتا رہا اور ۲۳ سال تک خدا تعالیٰ نے اس کی قطع وتین نہ کی۔ تو حضور کا ۲۳ سال تک زندہ رہنا کس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور "عدم تقول" پر دلیل ہو سکتا ہے؟

یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ آیت خاص ہے یعنی اگر باوجود اتنی بڑی نعمت کے آپ جھوٹا الہام بناتے تو ہلاک کئے جاتے۔ یہ تو قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کا کوئی نبی بھی (خواہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں حصہ کم انعام الٰہی ہوا ہو) اور خواہ وہ کتنے ہی کم درجہ

کا ہو۔ وہ خدا تعالیٰ پر افترا کر سکے یعنی اپنے پاس سے الہام گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کر سکے۔ چہ جائیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کا امکان تسلیم کیا جاتے۔

پس جب یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کا کوئی سچا نبی جھوٹا الہام بناتے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ اگر فلاں سچا نبی جھوٹا الہام بناتے تو ہم اُسے ہلاک کر دیں اور پھر اس کو اس امر کی دلیل کے طور پر پیش کر لیا کہ یہ سچا ہے۔

اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا ابتدا سے یہ قانون ہے کہ وہ جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے والوں یا اپنے پاس سے جھوٹا الہام و وحی گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرنے والوں کو ۲۳ سال سے کم عرصہ میں ہی تباہ و برباد کر دیا کرتا ہے۔ اور اس مسئلہ پر تورات۔ انجیل اور قرآن مجید متفق ہیں۔

پس خدا تعالیٰ نے یہی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دی ہے کہ دیکھو جب ہمارا قانون جاری وساری ہے اور تم کو بھی مسلّم ہے کہ جھوٹا نبی تباہ و برباد و ہلاک کیا جاتا ہے تو پھر اگر یہ نبی جھوٹا ہوتا اور الہام جھوٹا بنا کر میری طرف منسوب کرتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔

پس اس کا ۲۳ سال کی مہلت پانا اور اس عرصہ میں اس کا ہلاک نہ کیا جانا صریح طور پر اسکی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔

باقی رہا سورۃ الانعام : ۹۴ کی آیت وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ پیش کر کے یہ ثابت کرنا کہ افتراء علی اللہ کرنے والوں کو اس جہان میں سزا نہیں ملے گی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہاری عربی زبان سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ عربی میں لفظ "موت" میں "قتل" اور "توفی" دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اور موت کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ مفتری قتل نہیں ہو سکتا۔ یا اس کا قتل ہونا یا ہلاک ہونا ضروری نہیں۔ باطل ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تائید اور بھی واضح الفاظ میں فرما دی ہے۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۔۔۔۔۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (بنی اسرائیل ۷۴ تا ۷۶)

یعنی کافر تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر نازل کی برگشتہ کرنے کی کوشش میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ تُو ہم پر افتراء کر کے کوئی اور وحی بنا لے۔ اور اگر تُو ایسا کرے تو وہ تجھ کو اپنا دوست بنا لیں۔ اگر ہم نے تجھ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تُو ان کے داؤ میں آ جاتا، لیکن اس صورت میں ہم تجھے دنیا و آخرت میں دُگنا عذاب چکھاتے اور کوئی شخص بھی تجھے ہم سے نہ بچا سکتا۔

(ترجمہ کا آخری حصہ تو مؤلف محمدیہ پاکٹ بک کو بھی مسلّم ہے دیکھو صفحہ ۲۷ ایڈیشن دوم)

دیکھو اس آیت میں بھی صاف الفاظ میں بتا دیا کہ اگر نبی اپنے پاس سے کوئی وحی بناتا۔ تو اسی دنیا میں عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جاتا علاوہ اگلے جہان کے عذاب کے۔ یہ کہنا کہ یہ آیت بھی آنحضرت صلعم کے لئے خاص

ہے۔ خوش فہمی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی دوسرا نبی کفار کے کہنے پر رنگ کر اپنے پاس سے وحی بنا لیتا اور افترا علی اللہ کرتا تو خدا اسے کوئی عذاب نہ دیتا۔ لیکن نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تو اُن پر عذاب نازل کرتا ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّاں کارِ طفلاں تمام خواہد شد!

ایک اعتراض اور اسکا جواب

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں۔ کہ "لَوْ تَقَوَّلَ" والی آیت تو مدعیان نبوت کے لئے ہے۔ مگر مرزا صاحب نے دعویٔ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا ہے۔

الجواب ۱۔ یہ غلط ہے کہ یہ آیت صرف مدعیان نبوت کیلئے ہے۔ اگر چہ مدعیان نبوت بھی اس میں شامل ہیں۔ کیونکہ آیت کے الفاظ ہیں ۱۔ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کہ اگر یہ کوئی قول (الہام، وحی) اپنے پاس سے بنا کر ہماری طرف منسوب کرے تو وہ ہلاک کیا جاتا ہے لَوْ تَنَبَّئَا کا لفظ نہیں۔ کہ اگر یہ نبوت کا جھوٹا دعوےٰ کرے۔

پس اس آیت میں ہر ایسے مفتری علی اللہ کا ذکر ہے جو اپنے پاس سے جان بوجھ کر جھوٹا الہام و وحی بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا مفتری علی اللہ مدعیٔ نبوت بھی ہو۔

۲۔ اگر بغرض بحث یہ مان بھی لیا جائے کہ یہاں صرف "مدعیٔ نبوت" ہی مراد ہے تو پھر بھی تمہارا اعتراض باطل ہے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ کا الہام "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی" براہین احمدیہ میں موجود ہے جس میں حضور علیہ السلام کو "رسول" کر کے پکارا گیا ہے اور حضورؑ نے اس الہام کو خدا کی طرف منسوب فرمایا۔

اگر خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو رسول نہیں کہا تھا تو پھر آیت زیر بحث کے مطابق ان کی "قطع وتین" ہونی چاہیئے تھی۔ مگر حضرت مرزا صاحب براہین کے بعد تقریباً ۳۰ سال تک زندہ رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا یہ مذہب نہیں کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام براہین کی تالیف کے زمانہ میں نبی نہ تھے بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام براہین کے زمانہ میں بھی نبی تھے ہاں لفظ نبی کی تعریف میں جو غیر احمدی علماء کے نزدیک مسلّم تھی جو یہ تھی کہ "نبی" کے لئے شریعت لانا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا تابع نہ ہو۔ اس تعریف کی رو سے نہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی تھے اور نہ بعد میں۔ کیونکہ آپ کوئی شریعت نہ لائے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع بھی تھے۔ پس چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریعی نبی نہ تھے اس لئے اوائل میں حضور علیہ السلام اس تعریف نبوت کی رو سے اپنی نبوت کی نفی کرتے رہے جس سے مراد صرف اسقدر تھی کہ میں صاحب شریعت براہ راست نبی نہیں ہوں، لیکن بعد میں جب حضور علیہ السلام نے "نبی" کی تعریف سب مخالفین پر واضح فرما کر اس کو خوب شائع فرمایا کہ نبی کے لیے شریعت لانا ضروری نہیں اور

نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا تابع نہ ہو۔ بلکہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ مشتمل بر کثرت امور غیبیہ کا نام نبوت ہے۔ تو اس تعریف کی رو سے آپ نے اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا۔ اب ظاہر ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تعریف نبوت کے رُو سے حضرت صاحب علیہ السلام کبھی بھی نبی نہ تھے اور نہ صرف حضرت صاحبؑ بلکہ آپ سے پہلے ہزاروں انبیاء مثلاً حضرت ہارونؑ سلیمانؑ یحییٰ۔ زکریا۔ اسحاق یعقوبؑ۔ یوسفؑ وغیرہ علیہم السلام بھی نبی ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ بھی کوئی نئی شریعت نہ لائے تھے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تشریح کے رو سے (جو ہم نے اوپر بیان کی ہے) ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی حضورؑ نبی تھے۔

غرضیکہ حضرت صاحبؑ کی نبوت یا اس کے دعوے کے زمانہ کے بارہ میں کوئی اختلاف یا شبہ نہیں۔ بلکہ بحث صرف "تعریف نبوت" کے متعلق ہے۔ ورنہ حضرت صاحب کا دعوے ابتداء سے آخر تک یکساں چلا آتا ہے۔ جس میں کوئی فرق نہیں۔ آپ کے الہامات میں لفظ نبی اور رسول براہین کے زمانہ سے لے کر وفات تک ایک جیسا آیا ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جس چیز کو ۱۹۰۱ء کے بعد نبوت قرار دیا ہے اس کا اپنے وجود میں موجود ہونا حضورؑ نے براہین کے زمانہ سے تسلیم فرمایا ہے۔

پس حضور علیہ السلام کو دعوے نبوت و الہام و وحی کے بعد تیس برس کے قریب مہلت ملی۔ جو آپ کی صداقت کی بیّن دلیل ہے۔

حق بر زبان جاری

چنانچہ خود مصنف محمدیہ پاکٹ بک کو بھی (جس نے یہ اعتراض کیا ہے) ایک دوسری جگہ اقرار کرنا پڑا ہے جیسا کہ لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب بقولِ خود براہین احمدیہ کے زمانہ میں "نبی اللہ" تھے۔"

(محمدیہ پاکٹ بک ایڈیشن دوم ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۶۰ سطر ۱۷)

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

جھوٹے مدعیانِ نبوت اور اُن کا بد انجام

شرائط:۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے لیے جو اس آیت کے ماتحت قابلِ سزا ہیں مندرجہ ذیل باتوں کا ہونا ضروری ہے:۔

۱۔ وہ مجنون نہ ہو۔ تَقَوَّلَ باب تَفَعُّل سے ہے جس میں بناوٹ پائی جاتی ہے۔

۲۔ وہ لفظی الہام کا قائل ہو یعنی یہ نہ کہتا ہو کہ جو دل میں آتے وہ الہام ہے۔ کیونکہ آیت میں بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ کا لفظ ہے۔

۳۔ وہ اپنے دعویٰ کا اعلان بھی لوگوں کے سامنے کرے۔ خود خاموش نہ ہو۔ کیونکہ آیت میں "تقوّل" کا فاعل خود مدّعی ہے۔ کوئی دوسرا نہیں یعنی یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ مدّعی خود تو نہ کوئی دعویٰ کرے۔ نہ الہام

پیش کرے۔ بلکہ اس کی بجائے کوئی اور شخص اپنے آپ سے بنا کر دعاوی اس کی طرف منسوب کر دے۔
نیز فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ (الحاقہ ۴۸) کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ ایسے لوگ موجود ہونے چاہئیں جن کے متعلق یہ خیال ہو سکے کہ یہ ہر مشکل میں اس مدعی کے ممد و معاون ہونگے۔
۴۔ وہ مدعیٔ الوہیت نہ ہو۔ گویا خدا کو اپنے وجود سے الگ ہستی خیال کرنے والا ہو۔ آیت زیر بحث میں لفظ عَلَيْنَا اس مضمون کو بیان کرتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں خدائی کے دعویٰ کرنے والے کا علیحدہ طور پر ذکر موجود ہے۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء ۳۰)
کہ جو شخص کہے کہ میں خدا ہوں اللہ کے سوا تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیتے ہیں۔ ایسے ظالموں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مدعیٔ الوہیت کے لئے ضروری نہیں کہ اُسے اس دُنیا میں سزا دی جائے بلکہ یہ کاذب مدعیٔ نبوت ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لازمی اور ضروری قرار دیا ہے کہ اُسے اسی دُنیا میں سزا دی جائے کیونکہ کوئی انسان خدا نہیں ہو سکتا۔ پس مدعیٔ الوہیت کا دعوےٰ عقلمندوں کو دھوکے میں نہیں ڈال سکتا۔ مگر نبی چونکہ انسان ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے جھوٹے مدعی نبوت سے لوگوں کو دھوکہ لگنے کا امکان ہے۔ اسی لئے خدا اسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے۔
چنانچہ علامہ ابو محمد ظاہری نے بھی اپنی کتاب الفصل فی الملل و الاھواء و النحل جلد ۱ ص۱۰۴ میں لکھا ہے:۔
"وَمُدَّعِي الرَّبُوْبِيَّةِ فِيْ نَفْسِ قَوْلِهٖ بَيَانُ كَذِبِهٖ۔ قَالُوْا فَظُهُوْرُ الْاٰيَةِ عَلَيْهِ لَيْسَ مُوْجِبًا بِضَلَالِ مَنْ لَهٗ عَقْلٌ۔ وَاَمَّا مُدَّعِي النُّبُوَّةِ فَلَا سَبِيْلَ اِلٰى ظُهُوْرِ الْاٰيَاتِ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ كَانَ يَكُوْنُ مُضِلًّا لِكُلِّ ذِيْ عَقْلٍ۔"
کہ مدعی الوہیت کا دعویٰ ہی خود اس کے جھوٹ ہونے کی دلیل ہے لہٰذا اس سے کسی نشان کا ظہور کسی صاحب عقل کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ مگر کاذب مدعیٔ نبوت سے نشان ظاہر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ہر صاحب عقل کو گمراہ کرنے کا باعث ہوگا۔
ب۔ یہی فرق نبراس شرح الشرح العقائد نسفی ص۴۴۳ "بحث الخوارق" میں مذکور ہے۔ نیز تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد ۸ ص۲۹۱۔ حوالہ مندرجہ پاکٹ بک ہذا ص۳۲۶۔

۱۔ ابو منصور

جواب ۱:۔ وہ مدعیٔ نبوت نہ تھا۔ چنانچہ "منہاج السنہ" میں بھی جس کا حوالہ غیر احمدی دیا کرتے ہیں، اس کا دعویٰ نبوت مذکور نہیں۔
۲۔ علامہ ابو منصور البغدادی لکھتے ہیں:۔
وَادَّعٰى هٰذَا الْعَجَلِيُّ اَنَّهٗ خَلِيْفَةُ الْبَاقِرِ…. وَقَتَلَ يُوْسُفُ بْنُ عُمَرَ الثَّقَفِيُّ

وَاَتَى الْعِرَاقَ..... فَاَخَذَ اَبَا مَنْصُوْرِ الْعِجْلِیَّ وَصَلَبَهٗ (الفرق فی الفرق ص۲۳۳)
کہ ابو منصور عجلی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ باقرؒ کا خلیفہ ہے۔ پس جب یوسف ابن عمر الثقفی کو اس بات کا علم ہوا تو وہ عراق آیا اور ابو منصور کو پکڑ کر صلیب دیدی۔

۳۔ اس کا ۲۷ سال بعد دعویٰ زندہ رہنا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب "منہاج السنۃ" میں (جسکا غیر احمدی حوالہ دیا کرتے ہیں) قطعاً نہیں لکھا۔

۴۔ غیر احمدی اس کا سن قتل ۳۶۹ھ بتایا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اس کا قاتل یوسف بن عمر الثقفی ہے۔ اور وہ خود ۱۲۷ھ میں مرا۔ جیسا کہ علامہ ابن خلکان کی کتاب "وفیات الاعیان" جلد ۲ ص۳۲۵ پر لکھا ہے:۔

وَ ذَالِكَ فِیْ سَنَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ کہ یوسف بن عمر الثقفی کی موت ۱۲۷ھ میں ہوئی جبکہ وہ ۶۵ سال کی عمر کا تھا۔

اب قاتل تو ۱۲۷ھ میں مر گیا۔ اور مقتول بقول غیر احمدیاں ۳۶۹ھ میں مرا۔ العجب۔

۲۔ محمد بن تومرت

جواب:۔ ۱۔ اس کا دعویٰ نبوت کہیں بھی مذکور نہیں۔

۲۔ ہاں اس نے حکومت وقت کے خلاف بغاوت ضرور کی اور ۵۱۴ھ میں شاہ مراکش نے اسے دارالسلطنت سے نکال دیا۔ اور وہ جبل سوس میں جا کر بغاوت کرتا رہا۔

۳۔ اس نے خود دعویٰ مہدویت بھی نہیں کیا۔ فَقَامَ لَهٗ عَشَرَةُ رِجَالٍ اَحَدُهُمْ عَبْدُ الْمُؤْمِنِ فَقَالُوْا لَا یُوْجَدُ اِلَّا فِیْكَ فَاَنْتَ الْمَهْدِیُّ (کامل ابن الاثیر جلد ۲ ص۲۱۶) کہ اس کے دس ساتھی ہو گئے جن میں سے ایک عبدالمومن تھا۔ انہوں نے اُسے کہا کہ تیرے سوا مہدی کی صفات اور کسی میں پائی نہیں جاتیں۔ لہٰذا تو ہی مہدی ہے۔

۴۔ اگر اس کا دعویٰ مہدویت ثابت بھی ہو جائے۔ تب بھی وہ لَوْ تَقَوَّلَ والی آیت کے نیچے نہیں آ سکتا۔ جب تک کہ جھوٹے الہام یا وحی کا مدعی نہ ہو۔

۳۔ عبدالمومن

جواب:۔ یہ محمد بن تومرت کا خلیفہ تھا۔ یہ بھی اس کے ماتحت آجاتا ہے۔

۴۔ صالح بن طریف

جواب:۔ ۱۔ اس نے اپنا کوئی الہام پیش نہیں کیا۔ لہٰذا تقوّل نہ ہوا۔

۲۔ اُس نے خیال کیا تھا کہ وہ خود مہدی ہے۔ ثُمَّ زَعَمَ اَنَّهُ الْمَهْدِیُّ الَّذِیْ یَخْرُجُ

فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ ۔ (مقدمہ ابن خلدون جلد ۲ ص۲) یعنی اس نے خیال کیا کہ وہ مہدی جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ میں ہوں ۔ مگر اس نے کبھی کوئی الہام پیش نہیں کیا۔

۳۔ اُس نے اپنے دعویٰ مہدویت کا بھی اعلان کبھی نہیں کیا۔ وَ اَوْصٰی بِدِیْنِہٖ اِلٰی اِبْنِہٖ اِلْیَاسَ وَ عَہِدَ اِلَیْہِ بِمُوَالَاۃِ صَاحِبِ الْاُنْدُلُسِ مِنْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ وَ بِاِظْہَارِ دِیْنِہٖ اِذَا قَوِیَ اَمْرُہُمْ وَ قَامَ بِاَمْرِہٖ بَعْدَہٗ اِبْنُہٗ اِلْیَاسُ وَ لَمْ یَزَلْ مُظْہِرًا لِلْاِسْلَامِ مُسِرًّا لِمَا اَوْصَاہُ بِہٖ اَبُوْہُ (ابن خلدون جلد ۶ ص۲۰۷) کہ اُس نے اپنے بیٹے الیاس کو وصیت کی کہ وہ اس کے مذہب پر قائم رہے اور اس سے عہد لیا کہ وہ حاکم اندلس کے ساتھ دوستی رکھے گا اور اپنے مذہب کا اظہار صرف اس وقت کریگا جب وہ طاقتور ہوجاتے ۔ پس وہ اپنے باپ کے حکم پر قائم رہا اور یہی ظاہر کرتا رہا کہ وہ مسلمان ہے اور اپنا مذہب چھپاتا رہا ۔ جیسا کہ اس کے باپ نے اُسے وصیت کی تھی۔

۵۔ عبید اللہ بن مہدی

جواب ۱۔ اُس نے نبوت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

۲۔ اس نے اپنا کوئی الہام پیش نہیں کیا۔

۳۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان جلد ۱ ص۲۷۲ پر ایک روایت درج کی ہے کہ عبید اللہ ابو محمد الملقب بالمہدی کو دوسرے یا تیسرے سال الیسع نے جو سجلماسہ کا حاکم تھا ۔ قید خانہ میں قتل کر دیا تھا اور پھر ایک شیعہ نے بعد میں جھوٹ موٹ ایک دوسرے آدمی کو عبید اللہ قرار دے دیا۔

۶۔ بیان بن سمعان

جواب ۱۔ یہ نہ مدعی وحی ۔ نہ مدعیٔ نبوت ۔ نہ مدعی الہام ۔ ہاں اس کے بعض واہیات عقائد تھے مگر وہ تَقَوَّلَ کی آیت کے ماتحت کسی طرح نہیں آسکتا ۔ سوال تو صرف تقوّل علی اللّٰہ کا ہے نہ کہ غلط عقائد رکھنے کا ۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں :۔

بَیَانُ بْنُ سَمْعَانَ التَّیْمِیُّ الَّذِیْ تُنْسَبُ اِلَیْہِ الْبَیَانِیَّۃُ مِنْ غَالِیَۃِ الشِّیْعَۃِ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی صُوْرَۃِ الْاِنْسَانِ وَ اِنَّہٗ یَہْلِکُ کُلُّہٗ اِلَّا وَجْہَہٗ وَ ادَّعٰی بَیَانُ اَنَّہٗ یَدْعُو الزُّہَرَۃَ فَتُجِیْبُہٗ وَ اَنَّہٗ یَفْعَلُ ذٰلِکَ بِالْاِسْمِ الْاَعْظَمِ فَقَتَلَہٗ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْقَسْرِیُّ۔ (منہاج السنۃ جلد ۱ ص۲۳۸)

کہ بیان بن سمعان تیمی وہ تھا جس کی طرف غالی شیعوں کا فرقہ بیانیہ منسوب ہوتا ہے اور وہ کہا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ انسان کی شکل کا ہے سارا خدا بھی آخر کار ہلاک ہو گا ۔ مگر اس کا چہرہ بچ رہے گا اور یہ کہ وہ زہرہ (ستارے) کو بلاتا ہے اور وہ اس کو جواب دیتی ہے اور یہ بات وہ صرف اسم اعظم کی برکت سے کرتا ہے ۔ پس خالد بن عبداللہ قسری نے اُسے قتل کیا۔

۷۔ مُقنّع

جواب:۔ وہ ۱۵۹ھ میں ظاہر ہوا۔ اور ۱۶۲ھ میں یعنی ۴ سال بعد اُس نے زہر کھا کر خودکشی کرلی۔ اور اس کا سر قلم کیا گیا۔
(تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ۶ صفحہ ۹۱)

۸۔ ابوالخطاب الاسدی

جواب:۔ وہ مدعیٔ الہام یا نبوت نہیں بلکہ مدعیٔ الوہیت تھا۔
۲۔ وہ قتل ہوا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ پر فرماتے ہیں:۔
"وَعَبَدُوْا اَبَا الْخَطَّابِ وَزَعَمُوْا اَنَّهٗ اِلٰهٌ وَخَرَجَ اَبُوالْخَطَّابِ عَلٰى اَبِيْ جَعْفَرَ الْمَنْصُوْرِ فَقَتَلَهٗ عِيْسَى ابْنُ مُوْسٰى فِيْ سَبْخَةِ الْكُوْفَةِ" کہ لوگ ابوالخطاب کو خدا کر کے پوجنے لگے اور یہ خیال کیا کہ وہ خدا ہے۔ پھر ابوالخطاب نے ابوجعفر منصور پر حملہ کیا پس عیسیٰ بن موسیٰ نے کوفہ میں اُسے قتل کر دیا۔ نیز دیکھو (کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

۹۔ احمد بن کیال

جواب:۔ ۱۔ اس نے نہ دعویٰ نبوت کیا، نہ دعویٰ وحی والہام۔
۲۔ وہ سخت ناکام و نامراد ہوا۔ "لَمَّا وَقَفُوْا عَلٰى بِدْعَتِهٖ تَبَرَّءُوْا مِنْهُ وَلَعَنُوْهُ" (الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۱۲ برحاشیہ الملل فی الملل والنحل) کہ اس کے متبعین کو جب اس کی بدعت کا علم ہوا تو انہوں نے اُس سے برأت کا اظہار کیا اور اس پر لعنت بھیجی۔

۱۰۔ مغیرہ بن سعد عجلی

جواب:۔ اس کے متعلق کہیں بھی نہیں لکھا کہ اس نے وحی والہام یا نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ پس اس کو پیش کرنا جہالت ہے۔
لَوْ تَقَوَّلَ والی آیت کے تحت وہی آئیگا جو مدعیٔ وحی والہام ہو اور اپنا الہام یا وحی کو لفظاً پیش کرے۔

تیسری دلیل

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرہ: ۱۴۷) کہ نبی کو اس طرح سے پہچانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کو۔
گویا جس طرح بیوی کی پاکیزگی خاوند کے لئے اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ پیدا ہونے والا اُس کا ہی بچہ ہے۔ اسی طرح مدعیٔ نبوت کی قبل از دعویٰ پاکیزگی اس کے دعویٰ کی صداقت پر دلیل ہوتی ہے۔ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کا چیلنج اور محمد حسین بٹالوی کی شہادت دیکھو دلیل نمبر۲ میں۔

چوتھی دلیل

" یَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ " کہ جب صالح علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو ان کی قوم نے کہا کہ اے صالح! آج سے پہلے تیرے ساتھ ہماری بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ تجھ کو کیا ہوگیا کہ تُو نبی بن بیٹھا۔ (ہود: ۶۴)

گویا جب نبی ابھی دعوےٰ نہیں کرتا تو قوم اس کی مداح ہوتی ہے مگر جب دعویٰ کر دیتا ہے تو هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (القمر: ۲۶) کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ یہ اوّل درجہ کا جھوٹا اور شریر ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی یا مولوی ثناءاللہ صاحب نے حُسنِ ظن کا اظہار کیا تو وہ بھی اُسی طرح غلط تھا جس طرح خود مرزا صاحب کا خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کے متعلق اندازہ انکی بعد کی زندگی سے غلط ہوگیا۔

الجواب:- یہ قیاس مع الفارق ہے۔

ہماری دلیل تو یہ ہے کہ جو مدعیٔ نبوت ہو اُس کی پہلی زندگی کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ نیز یہ کہ مخالفین کی بھی اس سے اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ ہم نے کب کہا ہے کہ جس کی زندگی کے متعلق کسی کو حُسنِ ظن ہو وہ ضرور نبی ہوتا ہے۔ خواہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔

حیرت ہے کہ مخالفین کی عقلیں حق کی مخالفت کے باعث اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ وہ اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ کیا خواجہ کمال الدین یا مولوی محمد علی صاحبان نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ اگر نہیں تو پھر اُن کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام کے اظہار خیال کو پیش کرنا بے معنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی تعریف کی ہے تو وہ بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ بیعت رضوان والوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " شما بہترین از روئے زمین اند" کہ تم دُنیا کے بہتر انسان ہو۔ مگر اُن میں سے احد بن قیس بعد میں مُرتد ہوگیا تھا۔

لیکن احد بن قیس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ان لوگوں نے یہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جن کے نام تم لیتے ہو۔

پانچویں دلیل

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ھود: ۱۴، ۱۵) کہ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ اس نے اپنے پاس سے بنا لیا ہے۔ اُن سے کہدے کہ پھر اس جیسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔ اور سوا خدا کے جسکو چاہو بطور مددگار بلا لو پس اگر تم اور تمہارے مددگار بنانے پر کامیاب نہ ہوں۔ تو پھر جان لو کہ یہ انسانی علم کا نتیجہ نہیں بلکہ علم الٰہی سے ہے۔

قرآن مجید کا یہ چیلنج اس کے کلام الٰہی ہونے پر زبردست دلیل ہے اور پچھلی تیرہ صدیاں قرآن مجید کے اس دعویٰ کی صداقت پر گواہ ہیں مگر چودہویں صدی میں جو قلم کا زمانہ ہے اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات ہونے شروع ہو گئے۔ مخالفین نے اپنی بد باطنی کا اظہار یہ کہہ کر کرنا شروع کیا کہ قرآن کا یہ چیلنج بدوّں اور جاہل عربوں کو دیا گیا تھا اور ایسے زمانہ میں دیا گیا تھا جبکہ چاروں طرف جہالت کا دور دورہ تھا۔ پس اُن لوگوں کا قرآن شریف کی مثل لانے پر قادر نہ ہو سکنا قرآن کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہاں آج اگر ہمارے زمانہ میں جبکہ علوم و فنون کی ترقی سے انسانی دماغ ارتقاء کی انتہائی منازل طے کر چکا ہے کوئی شخص اس قسم کا چیلنج دے تو ایک نہیں ہزاروں انسان اس کا جواب لکھنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اس اعتراض کو غلط ثابت کرنے اور مخالفین اسلام کا ایک دفعہ پھر مونہہ بند کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا اور آپ نے تمام دنیا کے سامنے بضرب دہل اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اپنے خاص مکالمہ مخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے اور مجھ کو وہ علوم اور معارف عطا فرمائے ہیں کہ دنیا کا کوئی انسان اِن میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "اعجاز احمدی" اور "اعجاز المسیح" وغیرہ عربی کتابیں لکھیں اور کہا کہ اگر اعجاز احمدی کا جواب وقت مقررہ کے اندر لکھو تو دس ہزار روپیہ انعام لو۔ اور فرمایا :-

"خدا تعالیٰ ان کے قلموں کو توڑ دیگا اور انکے دلوں کو غبی کر دیگا" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷) "پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائیگی انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ مَیں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہیئے کہ مجھے چھوڑ دیں۔ اور قطع تعلق کریں"

(اعجاز احمدی صفحہ ۹۰ آخری)

اعجاز المسیح کے متعلق پانچ سو روپیہ انعام کا اشتہار دیا اور لکھا :-

"فَاِنَّهٗ كِتَابٌ لَيْسَ لَهٗ جَوَابٌ وَمَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَتَنَمَّرَ فَسَوْفَ يَرٰى اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَتَدَمَّرَ"

(اعجاز المسیح سرورق)

کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا کوئی جواب نہیں اور جو شخص اس کے جواب کے لئے کھڑا ہو گا۔ وہ دیکھے گا کہ وہ کس طرح نادم اور شرمندہ کیا جائیگا۔ پھر فرمایا :-

وَاِنِ اجْتَمَعَ اٰبَآءُهُمْ وَاَبْنَآءُهُمْ وَاَكْفَآءُهُمْ وَعُلَمَآءُهُمْ وَحُكَمَآءُهُمْ وَفُقَهَآءُهُمْ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا التَّفْسِيْرِ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ الْقَلِيْلِ الْحَقِيْرِ

لَا یَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔" (اعجاز المسیح ص۵۵)

اگر ان کے باپ اور ان کے بیٹے اور اِن کے ہمسر اور ان کے علماء۔ اور ان کے حکماء۔ اور ان کے فقہاء۔ (غرضیکہ چھوٹے بڑے) سب مل کر اس مدت میں جس میں مَیں نے اس کو لکھا ہے اس جیسی کتاب لکھنا چاہیں تو کبھی بھی نہ لکھ سکیں گے۔

چنانچہ جب مولوی محمد حسین فیض ساکن بھیّں ضلع جہلم نے اس کا جواب لکھنا چاہا تو حضرت اقدس علیہ السلام کو الہام ہوا۔ "مَنَعَہٗ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ" کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اسے جواب لکھنے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ وہ ابھی نوٹ ہی تیار کر رہا تھا کہ ایک ہفتہ کے اندر مر گیا اور پیر گولڑوی نے اُس کے لکھے ہوئے نوٹوں کو میعاد مقررہ گذر جانے کے بعد سرقہ کر کے اپنے نام سے شائع کر دیا اور اس کا نام سیف چشتیائی رکھا۔ (تفصیل دیکھو نزول المسیح ص۵ و ص۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اعجازی کتب کے لئے میعاد اس لئے مقرر کی کہ (۱) یہ اعتراض نہ ہو سکے کہ قرآن کا مقابلہ کیا ہے اور اس طرح سے قرآن کے معجزہ میں کسی قسم کا شبہ پڑ سکے۔ کیونکہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ مجھے جو اعجازی کلام کا معجزہ دیا گیا ہے۔ وہ قرآن کے ماتحت اور اس کے ظل کے طور پر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ہمارا تو دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے۔ اس انشاپردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے۔ تا معارف وحقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دُنیا پر ظاہر کریں۔ (نزول المسیح ص۹)

ب۔ کُلَّمَا قُلْتُ مِنْ کَمَالِ بَلَاغَتِیْ فِی الْبَیَانِ فَھُوَ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ الْقُرْاٰنِ۔"
(الحجۃ النور ص۳ حاشیہ)

یعنی مَیں نے اپنے کمال فصاحت اور بلاغت کے متعلق جو کچھ کہا وہ سب قرآن مجید کے ماتحت ہے۔

ج۔ ضرورۃ الامام ص۲۲ پر فرمایا:۔ "مَیں قرآن مجید کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔"

۲۔ میعاد کا مقرر کرنا معجزہ کی شان کو کم نہیں کرتا۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"لَوْ قَالَ نَبِیٌّ اٰیَۃُ صِدْقِیْ اَنِّیْ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ اُحَرِّکُ اِصْبَعِیْ وَلَا یَقْدِرُ اَحَدٌ مِّنَ الْبَشَرِ عَلٰی مُعَارَضَتِیْ فَلَمْ یُعَارِضْہُ اَحَدٌ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ ثَبَتَ صِدْقُہٗ۔"
(الاقتصاد فی الاعتقاد ص۹۴) یعنی اگر مدعی نبوت یہ کہے کہ میری صداقت کا یہ نشان ہے کہ آج میں اپنی اُنگلی کو حرکت دیتا ہوں۔ مگر انسانوں میں سے کوئی میرے مقابلہ پر ہرگز ایسا نہیں کر سکیگا۔" پس اگر فی الواقعہ اُس دن کوئی شخص اس کے مقابلہ میں اُنگلی نہ ہلا سکے تو اس مدعی کی صداقت ثابت ہو گئی۔

۳۔ چونکہ آپ نے اعجازی کلام کے جواب کے لئے انعام مقرر کیا تھا اس لئے اس کے واسطے کوئی میعاد مقرر ہونی چاہیئے تھی تا کہ انعام کا فیصلہ ہو سکے۔ کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

اعجاز احمدی کی مزعومہ غلطیاں

باقی رہا یہ اعتراض کہ اعجاز احمدی میں غلطیاں ہیں ایسا ہی ہے جیسے عیسائیوں کا اعتراض قرآن مجید کی عربی پر ہے۔

اِنَّ فِیْہِ لَحْنًا نَحْوًا اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ عَلٰی قِرَأَۃِ اَنَّ الْمُشَدَّدَۃِ (نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی ص۳۹) طَعْنُ الْمُلَاحِدَۃِ فِیْ اِعْجَازِ الْقُرْاٰنِ (نبراس ص۳۳) کہ ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن میں غلطیاں ہیں۔ جیسا کہ اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ والی آیت میں جو قراءۃ انّ مشدد والی ہے اس میں اِنَّ ھٰذَیْنِ چاہیئے۔

اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے لَمَّا سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْھِمْ (الاعراف: ۱۵۰) اس کی ترکیب کے متعلق روح المعانی میں لکھا ہے:۔ ذَکَرَ بَعْضُھُمْ اِنَّ ھٰذَا التَّرْکِیْبَ لَمْ یُسْمَعْ قَبْلَ نُزُوْلِ الْقُرْاٰنِ وَلَمْ تَعْرِفْہُ الْعَرَبُ وَلَمْ یُوْجَدْ فِیْ اَشْعَارِھِمْ وَکَلَامِھِمْ (روح المعانی جلد ۳ ص۱۳۷) کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ ترکیب نزول القرآن سے قبل نہیں سُنی گئی اور نہ اس کو عرب جانتے تھے اور نہ اہل عرب کے اشعار اور کلام میں یہ ترکیب پائی جاتی ہے۔

پس غلطیاں نکالنا تو آسان ہے۔ صرف اس کی مثل بنانا ہی مشکل ہے جس طرح اہل عرب کا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَا کہنا کہ اگر ہم چاہیں تو قرآن جیسی کتاب بنا سکتے ہیں۔ نیز اعجاز احمدی کی غلطیاں نکال کر جن لوگوں نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے ان کی آنکھوں کو روشنی پہنچانے کیلئے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ہلال پوری مرحوم مولوی فاضل و منشی فاضل قادیان نے ایک کتاب "تنویر الابصار" کے نام سے شائع فرمادی ہوئی ہے جس میں مزعومہ اغلاط کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے۔

غیر احمدی:۔ مولوی غنیمت حسین مونگھیری اور قاضی ظفر الدین نے جواب میں قصیدے لکھے۔

الجواب:۔ کیا اُن لوگوں نے میعاد کے اندر یہ جواب لکھے؟ نہیں! بلکہ میعاد گذرنے کے سالہا سال بعد۔ پس۔ ع

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد

غیر احمدی:۔ بیس دن کی میعاد بہت تھوڑی تھی۔

الجواب:۔ (۱) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد ص۹۴" کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ اگر نبی یہ کہے کہ مَیں اپنی انگلی کو آج حرکت دیتا ہوں اور کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ آج ...... وہ اپنی انگلی کو میرے بالمقابل حرکت دے سکے تو گو اس میں میعاد ایک دن کی ہو صداقت کی دلیل ہے۔

(۲) محمدیہ پاکٹ بک کے مؤلف کا یہ لکھنا کہ بیس دن میں ایسی کتاب کا لکھنا قطعی طور پر ناممکن ہے اور یہ کہنا کہ بڑے سے بڑا زود نویس مصنف بھی صرف پانچ صفحہ روزانہ کا مضمون لکھ سکتا ہے مگر یک

بہانہ سازی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "حقیقۃ النبوۃ" جس میں مسئلہ نبوت پر فیصلہ کن بحث ہے اور مولوی محمد علی صاحب امیر اہلِ پیغام کے تمام دلائل کا مکمل ردّ ہے۔ یہ کتاب تقریباً تین صد (۲۹۷) صفحات کی ہے مگر یہ بیس روز کے اندر اندر تصنیف اور طبع ہو کر شائع بھی ہو گئی۔ مضمون نویس نے مضمون لکھا۔ کاتب نے کتابت بھی کی۔ پریس میں بھی گئی۔ پروف بھی دیکھے گئے بلکہ تین سو صفحات کی معرکۃ الآراء تصنیف بیس یوم کے اندر تصنیف ہونے کے علاوہ شائع بھی ہو گئی مگر "اعجازِ احمدی" تو کُل نوّے صفحات کا رسالہ ہے۔ یعنی "حقیقۃ النبوۃ" سے تیسرے حصے سے بھی کم ہے۔ مگر عجیب بات ہے اور یہ بھی خدا کا ایک نشان ہے کہ بڑے بڑے مخالف جُبّہ دار مولوی اس کے جواب سے عاجز آ گئے اور اب سوائے بہانہ سازی اور حیلہ جوئی کے اُن کو کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "القول الفصل" جو خواجہ کمال الدین صاحب کے رسالہ "اندرونی اختلافاتِ سلسلہ احمدیہ کے اسباب" کا مکمل ردّ ہے اور مبسوط جواب ہے۔ یہ رسالہ ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے اور بلحاظ مضمون کے "اعجازِ احمدی" سے اس کا مضمون زیادہ ہے لیکن یہ رسالہ صرف ایک دن میں لکھا گیا۔ علاوہ ازیں اور بھی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں۔ "حقیقۃ النبوۃ" اور "القول الفصل" کی میعادِ معیّنہ کی اصالت اور صحت میں کوئی کلام نہیں کیونکہ میعاد ہٰذا بطور معجزہ یا نشان کے بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ محض سرسری طور پر ایک واقعہ کا اظہار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی یہ معجزہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ دعویٰ اور تحدّی نہیں ہے لیکن باوجود اس کے کہ "اعجازِ احمدی" کا مضمون ان دونوں کتابوں سے کم ہے اور میعاد بہت زیادہ۔ نیز حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف سے دس ہزاری انعام اور تحدّی بھی ہے کہ "خدا ان کے قلموں کو توڑ دیگا" مگر کوئی بھی جواب نہ لکھ سکا۔ عقل کے اندھو! حیلہ سازی سے کیا بنتا ہے تمہیں دس ہزار روپیہ جو دیا جا رہا تھا۔ تو اسی لئے کہ ۸۰، ۹۰ مُلّاں مل کر ہی بیٹھ جاتیں۔ اعجاز احمدی کا ایک ایک صفحہ آپس میں تقسیم کر کے اس کا جواب دو چار گھنٹے میں لکھ دیں۔ اسی طرح ۱۵-۲۰ کاتب لگا کر ایک ہی دن میں اس کی کتابت کروالیں اور مختلف پریسوں میں اس کو چھپوا کر دوسرے ہی دن اس کا جواب شائع کر دیں۔ اے دُنیا کے کیڑو! دس ہزار روپیہ میں ایک ۸۰ صفحہ کی کتاب کا جواب بیس یوم میں (تم لاکھوں مولویوں کا لکھنا) کونسی بڑی بات تھی۔ اور اگر تمہیں مال کا طمع نہ تھا تو کم از کم آرام طلبی چھوڑ کر لوگوں کی "ہدایت" ہی کے لئے کچھ محنت کرتے۔ مگر اس وقت خدا نے اپنے اعجازی ہاتھ سے تمہارے قلموں کو توڑ دیا۔ اور تمہارے دلوں کو غبی کر دیا تھا۔ اس لئے اُس وقت تو تم مبہوت ہو کر رہ گئے۔ لیکن اب جبکہ تیر ہاتھ سے نکل چکا ہے تم لاجواب ہونے کی صورت میں بھی مقولہ "مُلّاں آں باشد کہ چُپ نہ شود" کے مطابق قابلِ شرم اور مضحکہ خیز حیلہ سازیوں سے وقت گذارتے ہو ؎

کچھ تو خوفِ خُدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

٭ ٭ ٭

چھٹی دلیل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ - وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ (الجمعة: ۷،۸)

یعنی یہودی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں۔ اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔ (نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ) فرمایا۔ ان سے کہدو کہ اے یہودیو! اگر تم اپنے آپ کو خدا کے دوست سمجھتے ہو تو اپنے لیئے بددُعا کرو موت کی تمنا کرو۔ مگر یاد رکھو کہ یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور خدا ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ بُرے اعمال کرنے والے ظالم لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں وہ موت کی تمنا نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں ؎

اے قدیر و خالقِ ارض و سما　　اے رحیم و مہربان و راہ نما
ایکہ مے داری تو بر دِلہا نظر　　اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر　　گر تو دیداستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کُن من بدکار را　　شاد کن ایں زمرۂ اغیار را

آتش افشاں بر دَر و دیوارِ من
دشمنم باش و تباہ کن کارِ من

مگر اس کے باوجود آپ کی جماعت نے ترقی کی۔ آپ کو خدا نے لمبی عمر عطا فرمائی اور اپنے دعوے کی تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اولاد بڑھی۔ اور ہر قسم کے روحانی جسمانی فوائد حضور کو حاصل ہوئے۔

غیر احمدی:۔ ابوجہل نے بھی اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ کی بددُعا کی تھی۔ (الانفال: ۳۳)

جواب: سورۃ الجمعہ کی آیت میں تو یہ مذکور ہے کہ وہ شخص بددعا نہیں کرتا جو خود اپنی ذات کے متعلق کوئی دعویٰ رکھتا ہو۔ مثلاً یہ کہتا ہو کہ خدا تعالیٰ میرا دوست ہے یا مجھ سے محبت کرتا ہے۔ یا اس نے مجھے مامور کیا ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اے خدا! اگر قرآن سچا ہے تو مجھ پر عذاب آئے۔ یہ ایسی ہی بددُعا تھی جس طرح ایک بچہ اپنی نادانی سے آگ کے کوئلے پر ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ سزا ہمیشہ اتمامِ حُجّت کے بعد ہی مقرر فرماتا ہے۔

۲۔ یہ بددُعا ابوجہل نے کی تھی۔ جیسا کہ بخاری کتاب التفسیر میں مذکور ہے اور ابوجہل جنگ بدر میں مقتول ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس جنگ کے متعلق مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی کا ارشاد فرمایا ہے۔ گویا کفار ان آسمانی پتھروں کے ساتھ ہلاک کیئے گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے

مارے گئے تھے۔ ابوجہل بھی انہیں کافروں میں سے تھا۔ اس نے ڈبل بددُعا کی تھی۔ (۱) اَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (۲) اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ پہلی بددُعا کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نکلے ہوئے آسمانی پتھروں کا نشانہ بنا اور ہلاک ہوا۔ اور دوسری بددُعا کے مطابق وہ مقتول ہوا۔ اور قرآن مجید نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جانے کو عذاب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (التوبۃ : ۱۴) کہ کافروں کو قتل کرو۔ خدا چاہتا ہے کہ اُن کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے پس ابوجہل کی بددُعا کے مطابق خدا نے اس کو ڈبل ہی سزا دی۔ گویا آسمانی پتھر بھی اُس پر پڑے اور عذاب الیم بھی آیا۔ یاد رہے کہ آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال : ۳۴) میں یہ صرف وعدہ تھا کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہیں ان پر عذاب نہیں آئیگا، لیکن جب حضورؐ بعد از ہجرت مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو اس کے بعد ابوجہل اور اس کے ساتھیوں پر عذاب آیا۔ اَنْتَ فِيْهِمْ سے مراد آنحضرت صلعم کا مکہ میں موجود ہونا ہے۔

ساتویں دلیل

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (العنکبوت : ۱۶)

کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ کشتی میں بیٹھنے والوں کو بچا لیا۔ اور اس بچنے کو تمام جہان کے لیئے بطور صداقت نوح علیہ السلام نشان مقرر کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہند میں سخت طاعون پڑی اور پنجاب میں بھی بشدت آئی۔ مگر حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ وَاُحَافِظُكَ خَاصَّةً (الہام ۱۹۰۲ء نزول المسیح ص۲۴) کہ میں ان تمام لوگوں کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہونگے طاعون سے محفوظ رکھونگا۔ خاصکر تیری ذات کو۔ چنانچہ آج تک حضور علیہ السلام کے گھر کے اندر کبھی کوئی چوہا بھی نہیں مرا۔ لہٰذا آپ کی صداقت ثابت ہے اور حضور علیہ السلام خود بھی طاعون سے اس تحدی کے باوجود محفوظ رہے۔

قادیان میں طاعون پڑنے کے متعلق تفصیل دوسری جگہ "پیشگوئیوں پر غیر احمدی علماء کے اعتراضات کے جواب" میں درج ہے۔ اس جگہ صرف اتنا بیان کرنا ضروری ہے کہ حضرت اقدسؑ نے کہیں بھی نہیں لکھا کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گی۔ بلکہ "دافع البلاء" میں تو صاف لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون تو آئیگی۔ مگر طاعون جارف یعنی بربادی بخش نہیں آئیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نوٹ :۔ بے شک ایمان کامل والوں کو بھی اس وعدہ میں شامل کیا گیا ہے، لیکن کامل اور ناقص ایمان والوں میں امتیاز مشکل ہے۔ مگر ظاہری مکان کی چار دیواری میں رہنے والوں کے لیے کامل ایمان کی شرط نہیں۔ لہٰذا اسی کو اس جگہ دلیل صداقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جس کا تمہارے پاس سوائے بہانہ سازی کے کوئی جواب نہیں۔

آٹھویں دلیل

خدا تعالیٰ یہاں اپنے سچے انبیاء اور اُن کی جماعتوں کو علیٰ رَغْمِ اَنْفِ الْاَعْدَاءِ ترقیات اور پے بہ پے فتوحات عطا فرماتا ہے وہاں جھوٹے مدعیان نبوت کو ہرگز ترقی اور کامیابی نہیں ہوتی اور خسران اور شکست کا طوق اُن کے گلے کا ہار ہو کر رہ جاتا ہے۔

قرآن مجید نے اس زبردست معیار صداقت کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ہے:۔

۱۔ فرمایا: فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (المائدۃ: ۵۷) یاد رکھو کہ خدا ہی کی جماعت ہمیشہ غالب اور کامیاب ہوتی ہے۔

۲۔ اور اس کے بالمقابل کذابوں کی جماعت کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المجادلہ: ۲۰) یاد رکھو کہ شیطانی گروہ ہمیشہ ناکام و نامراد ہوتا ہے اور گھاٹے اور خسارے میں رہتا ہے۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح معلوم ہو کہ "غالب" گروہ کونسا ہے۔ کیونکہ ہر ایک جماعت یہی دعویٰ کرتی ہے کہ وہ غالب ہے۔

۳۔ اس اہم سوال کو خدا تعالےٰ نے نہایت وضاحت کے ساتھ حل فرمایا ہے۔ فرمایا:۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (الانبیاء: ۴۵) کہ یہ لوگ جو مدعیٔ نبوت کے منکر ہیں۔ ایک زمین کے ٹکڑے کی طرح ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم اس زمین کو آہستہ آہستہ چاروں طرف سے کم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کیا اب بھی وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہی "غالب" ہیں یعنی سچے نبی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی جماعت تدریجاً بڑھتی ہے اور اس کے مقابل اس کے مخالفین کی جماعت بتدریج کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ مدعیٔ نبوت کی تدریجی ترقی اور اس کے بالمقابل اس کے مخالفین کا تدریجی تنزل اس مدعی کے صادق اور منجانب اللہ ہونے پر قطعی اور یقینی دلیل ہے۔

۴۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن: ۵۲) کہ ہم اپنے انبیاء اور اُن کی جماعتوں کی اسی دُنیا میں مدد کرتے ہیں اور پھر قیامت کے دن بھی ہم ہی اُن کے مددگار ہونگے۔ گویا خدا تعالےٰ کا یہ ازلی اور ابدی قانون ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی دشمنوں کے مقابلہ میں مدد اور نصرت فرماتا ہے اور ان کے مخالفین کی معاندانہ اور مخاصمانہ سرگرمیوں کو (جو انبیاء کی تباہی اور بربادی کے لئے کی جاتی ہیں) کبھی کامیاب ہونے نہیں دیتا۔

۵۔ چنانچہ ایک اور جگہ کھلے الفاظ میں اپنے اس اٹل قانون کا ذکر فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ: ۲۲) کہ خدا نے روز ازل سے یہ لکھ چھوڑا اور مقرر کر دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ "غالب" رہیں گے۔ گویا ممکن نہیں کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہو اور پھر

اس کی جماعت دن بدن بڑھتی چلی جائے۔ یہ خدا تعالیٰ کا غیر متغیر اور غیر متزلزل قانون ہے جو جھوٹے اور سچے مدعیان نبوت کے درمیان ایک واضح اور روشن فیصلہ کرتا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس اصول کی صداقت پر معتبر گواہ ہیں۔ آج دنیا میں موسیٰؑ اور ابراہیمؑ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تو موجود ہیں۔ مگر فرعون۔ نمرود۔ مسیلمہ کذاب وغیرہم کی طرف منسوب ہونے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں۔

۶۔ خدا تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ (النحل: ۱۰۰) کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے اور اپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جھوٹے مدعیان وحی و الہام کی ناکامی کا باعث یہ ہے کہ ایسے جھوٹے مدعیوں کے دعویٰ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت اور نصرت نہیں ہوتی جو خدا کے سچے نبیوں اور رسولوں کے شامل حال ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے۔

۷۔ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ (اٰل عمران ۶۲) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ۔ (ھود: ۱۹) کہ کذابوں اور اپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنانے والے ظالموں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے

۸۔ خدا کی لعنت کا خوفناک نتیجہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا (النساء ۵۲) کہ جس پر خدا لعنت کرے اس کا کوئی مددگار او ممد و معاون نہیں رہتا۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا۔ کہ وہ لوگ جو جھوٹے طور پر نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہوتے ہیں۔ اور آخر کار وہ بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ ان کا کوئی لیوا باقی نہیں رہتا۔ اور جلد سے جلد خدا تعالیٰ اُن کو جڑھ سے اکھاڑ دیتا ہے۔

۹۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (طٰہٰ: ۶۲) کہ وہ شخص جو الہام کا جھوٹا دعوےٰ کرتا ہے۔ ناکام و نامراد رہتا ہے۔

۱۰۔ اسی طرح سورہ اعراف: ۱۵۳ میں بھی خدا تعالیٰ پر افتریٰ کرنے والوں کے متعلق اپنا قانون بیان فرما دیا ہے کہ ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ اسی دنیا میں ذلیل و رسوا اور خائب و خاسر رہتے ہیں۔ (كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

نوٹ:۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مندرجہ بالا دس آیات میں اللہ تعالیٰ نے جس معیار کا ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ صادق مدعی نبوت تدریجاً آہستہ آہستہ ترقی پاتا چلا جاتا ہے۔ اس کی ترقی یکدم اور فوری نہیں ہوتی۔ تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ وہ اتفاقی طور پر کامیاب ہو گیا۔ اور یہ کہ ہمیں اس کے استیصال اور مقابلہ کے لئے پورا موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ ہم اگر ذرا زیادہ زور لگاتے تو اس کو مٹا سکتے تھے اور اس طرح سے سیا امر دُنیا پر مشتبہ ہو جاتا کہ مدعی کی ترقی اتفاقی تھی یا خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت اس کے شامل حال تھی۔ پس خدا تعالیٰ ان کے مخالفین کو کھلا کھلا موقعہ دیتا ہے تا وہ انفرادی طور پر بھی اس کو مٹانے کے

منصوبے کریں اور پھر اپنی تمام طاقتیں مجتمع کرکے بھی زور لگالیں۔ ایکبار کوشش کریں۔ پھر کریں۔ پھر کریں۔ تا کسی کو اس میں شبہ نہ رہ جائے کہ مخالفین کی ناکامی اور مدعی کی کامیابی میں خدا کا زبردست ہاتھ کام کر رہا تھا چنانچہ مسیلمہ کذاب کے گو دو سال کے عرصہ میں دو لاکھ کے قریب پیرو ہو گئے۔ مگر اسی عرصہ میں وہ انتہائی بے بسی کے ساتھ قتل ہوا جس سُرعت اور تیزی کے ساتھ وہ اُٹھا تھا۔ اسی کیساتھ وہ گرا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکیلے کھڑے ہوتے اور خدا نے آپ کو بتایا کہ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کہ تیرے پاس اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ سڑک میں گڑھے پڑجائیں گے۔" میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مسیلمہ کذاب کی جماعت ایک دو سال کے عرصہ میں یکدم کچھ بڑھ گئی۔ مگر وہ اور اس کی جماعت فوراً تباہ کر دیئے گئے۔ سچ کی نشانی یہی ہے کہ اس کی ترقی تدریجاً ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ہوئی اور ہو رہی ہے اور آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

نویں دلیل

۱۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم ۴۲)

۲۔ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الجمعۃ ۳)

کہ نبی اس وقت آتا ہے جب دُنیا پر کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ اختلافات پھیل جاتے ہیں۔ رُوحانیت مرجاتی ہے فسق و فجور عام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کی حالت کے متعلق شہادتیں ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا ہے فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر واللہ دل سے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار کتاب جانتے ہیں۔"

(اہلحدیث ۱۴ر جون ۱۹۱۲ء)

۲۔ "اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس اُمت کے بدتر اُن کے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

"نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں۔ بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔"

(پیغام صلح آخری سطر)

جہاں میں چار سو گمراہیاں ہیں ٭ زمانہ خود ہی ہے طالب نبی کا (خادم)

دسویں دلیل

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ

الظّٰلِمُوْنَ (الانعام: ۲۲) کہ اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ یا خدا کی آیات کا انکار کرے اور خدا ان ظالموں کو کامیاب نہیں کرتا (نیز دیکھو یونس ۷۰ و النحل: ۱۱۷)

ع
کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا آپ کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

گیارہویں دلیل

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷، ۲۸) کہ خدا عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے رسولوں کے سوا اور کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا (یعنی اس پر غیب ظاہر نہیں کرتا)۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاکھوں پیشگوئیاں بیان کیں جو پوری ہوئیں اور اس کا انکار مخالف بھی نہیں کر سکتے۔ مثلاً

سعد اللہ لدھیانوی اور اس کے بیٹے کے ابتر ہونے کی پیشگوئی (تفصیل کے لئے دیکھو انوار الاسلام ص۱۲ و تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶، ۷، ۱۳، ۱۸) چند اور پیشگوئیاں بطور نمونہ درج کرتا ہوں۔ تفصیلاً حقیقۃ الوحی میں دیکھو۔

۱۔ کرم دین جہلمی والے مقدمہ سے بریت اور اس کا مفصل حال پہلے سے شائع کیا۔ (مواہب الرحمٰن ص۱۲۹)
وَمِنْ اٰیٰتِیْ مَا اَنْبَاَنِی الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ فِیْ اَمْرِ رَجُلٍ لَئِیْمٍ وَبُهْتَانِهِ الْعَظِیْمِ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهٗ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَخَطَّفَ عِرْضَكَ ثُمَّ یَجْعَلُ نَفْسَهٗ عَرْضَكَ وَاَرَانِیْ فِیْهِ رُؤْیَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاَرَانِیْ اَنَّ الْعَدُوَّ اَعَدَّ لِذٰلِكَ ثَلَاثَةَ حِمَاتًا لِّتَوْهِیْنِیْ وَاِعْنَاتِ ------ وَرَاَیْتُ اَنَّ اٰخِرَ اَمْرِیْ نَجَاتٌ بِفَضْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔

اور یہ مقدمہ چندو لال اور آتما رام کی کچہری میں چلتا رہا جس میں آخر کار حضرت اقدسؑ بری ہوتے۔

۲۔ ڈوئی کی موت کی پیشگوئی۔ کہ اگر مباہلہ کرے یا اگر نہ بھی کرے تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیگا۔ سو وہ ایک لاکھ کی ملکیت سے بے دخل ہوا اور پھر اس کی بیوی بچے اس سے علیحدہ ہو گئے اور آخر فالج کے ذریعہ بہت خراب حالت میں مرا۔ (تفصیل دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۱۹)

۴۔ عبدالرحیم ابن نواب محمد علی خان کے متعلق۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۱۹)

۵۔ دافع البلاء و معیار اہل الاصفیاء میں چراغ الدین جمونی کے طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ سو وہ ۴ر اپریل ۱۹۰۶ء کو معہ اپنے دونوں بیٹوں کے بمرض طاعون ہلاک ہوا۔ کیا یہ کم نشان ہے؟

۶۔ پیشگوئی: زلزلہ کا دھکا۔ عَفَتِ الدِّیَارُ مَحِلُّهَا وَمَقَامُهَا" یہ چار اپریل ۱۹۰۵ء کو کانگڑہ والے زلزلہ کے نام سے واقع ہوا۔

۷۔ "آہ! نادر شاہ کہاں گیا۔"

(الہام ۳ رمئی ۱۹۰۵ء شائع شدہ اخبار بدر جلد ۱ نمبر ۵ ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ و مکاشفات صفحہ ۴۰ مطبوعہ ۱۹۱۳ء و البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۴)

اس الہام میں بتایا گیا تھا کہ (۱) کسی ملک میں ایسے ایسے عظیم الشان انقلابات وقوع پذیر ہونگے کہ ہر طرف سے نادر خاں کو "المدد۔ المدد" کی پکار سے بُلایا جائیگا اور جب لوگ اس کو "نادر خاں" کہہ رہے تھے خدا اس کو "نادر شاہ" کے نام سے پکارتا تھا۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ وہ "نادر خاں" تخت پر متمکن ہو کر "نادر شاہ" کے لقب سے حکومت کریگا۔

(۲) پھر اس الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ آخر کار وہ "نادر شاہ" کسی ہیبت ناک اور فوری حادثہ کے باعث طرفۃ العین میں صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جائیگا اور اس کا یہ قتل ایسے وقت میں ہوگا جبکہ ملک کو اُس کی خدمات کی اشد ضرورت ہوگی اور چاروں طرف سے آوازیں آئیں گی کہ "آہ! نادر شاہ کہاں گیا"۔ چنانچہ اس پیشگوئی کا پہلا حصہ ۱۹۲۹ء میں پورا ہوا۔ جبکہ افغانستان میں امان اللہ کی حکومت کا تختہ اُلٹنے اور بچہ سقہ کے ہاتھ سے حکومت لے لینے کے لئے "نادر خاں" کو فرانس سے بُلایا گیا۔ اور "نادر خاں" کابل میں آکر "نادر شاہ" کے لقب سے سریرآرائے سلطنت ہوا۔

اُسی وقت جماعت احمدیہ کی طرف سے جہاں اس الہام کے ایک پہلو کے پورا ہونے پر اظہار مسرت کیا گیا۔ وہاں ساتھ ہی اس الہام کے دوسرے پہلو کی طرف بھی صاف طور پر اشارہ کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ نادر خاں کے قتل سے ۲ ½ سال پہلے لکھا گیا کہ:

"دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلک رہا ہے کہ موسوم (نادر شاہ) کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئیگی اور اس کے نقصان پر بہت رنج و غم محسوس کیا جائیگا"۔۔۔۔۔ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ "آہ! نادر شاہ کہاں گیا" کا ایک اور مفہوم بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ الفاظ کسی اور موقعہ پر کسی اور طرح بھی پورے ہوں، لیکن ہم نادر شاہ کی بہتری کے لئے دُعا کرتے ہیں"۔

(الفضل ۳ رجنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۱ کالم ۱ و ۲)

چنانچہ ۸ رنومبر ۱۹۳۳ء کو عین دن کے وقت نادر شاہِ افغانستان ایک شخص "عبدالخالق" نامی کے ہاتھوں سینکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں قتل کر دیا گیا اور افغانستان نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلامی نے زبانِ حال سے پکارا۔ "آہ! نادر شاہ کہاں گیا"

۸۔ مندرجہ بالا الہام کے بعد اگلا الہام یہ تھا:۔

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔۔۔۔ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ اِنَّا كَذَالِكَ نَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ" یعنی (زلزلہ کی نسبت) تیرے رؤیا کو سچا کر دکھایا اور اسی طرح ہم صدقہ دینے والوں کو اجر دیتے ہیں"۔ (بدر جلد ۱ نمبر ۵ صفحہ ۵ و البشریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۴)

وہ رؤیا جس کی طرف مندرجہ بالا عبارت میں اشارہ ہے یہ ہے:۔

"رؤیا میں دیکھا کہ بشیر احمد (ابن حضرت مسیح موعودؑ) کھڑا ہے۔ وہ ہاتھ سے شمال مشرق کی طرف

اشارہ کرکے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف چلا گیا۔" (بدر جلد ۲ ۱۵ ص ۲ کالم ۱ و مکاشفات ص ۵۹) مندرجہ بالا الہامات کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح فرمائی:۔

"اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا مجھے خبر دی۔ اور فرمایا۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔" .... لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں۔" (الوصیت ص ۴)

"خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوتے۔ اس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو ۴ / اپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور میں آیا جس کی ایک مدت پہلے خبر دی گئی تھی پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنے والا ہے۔ وہ بہار کے دن ہونگے۔ نہ معلوم کہ وہ ابتدا بہار کی ہوگی جبکہ درختوں میں پتہ نکلتا ہے یا درمیان اس کا۔ یا آخیر کے دن۔ جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں:۔"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایام میں آیا تھا۔ اس لئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئیگا۔ اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہونگے اور غالباً مئی کے آخیر تک وہ دن رہیں گے۔"

(الوصیت دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۳)

"ایک سخت زلزلہ آئیگا۔ اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیر و زبر کر دیگا۔ جیسا کہ لوط کے زمانہ میں ہوا۔" (الوصیت ص ۱۱)

مندرجہ بالا الہامات اور رؤیا اور عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (۱) کانگڑے والے زلزلے سے زیادہ شدید زلزلہ آئیگا (۲) زلزلہ ہندوستان کے شمال مشرق میں آئیگا (۳) وہ زلزلہ بہار کے دنوں میں جو جنوری سے شروع ہوتے ہیں آئیگا (۴) جنوری کے مہینہ میں خوف کے ایام شروع ہونگے (۵) وہ زلزلہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی زندگی میں آئیگا (۶) صاحبزادہ صاحب موصوف سب سے پہلے شخص ہونگے جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف متوجہ ہو کر دوسروں کو توجہ دلائیں گے (۷) وہ زلزلہ نادر شاہ کے قتل کے بعد جو پہلی بہار آئیگی۔ اس میں آئیگا۔

چنانچہ جیسا کہ بیان ہوا۔"نادر شاہ" ۸ / نومبر ۱۹۳۳ء کو قتل ہوا۔ اور اس کے بعد جو پہلی بہار آئی یعنی جنوری ۱۹۳۴ء میں شمال مشرقی ہندوستان میں قیامت خیز زلزلہ آیا جو"زلزلہ بہار"کے نام سے مشہور ہے وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی میں آیا اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس طرف توجہ دلائی اور ایک ٹریکٹ"ایک اور نشان"کے عنوان سے شائع کیا۔ اس پیشگوئی میں ایک لطیف امر قابل غور یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کے متعلق الہام ہوا کہ رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ رَبِّ لَا تُرِنِیْ مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ کہ اے میرے رب! مجھ کو وہ قیامت خیز زلزلہ نہ دکھانا۔ اے میرے رب! مجھے میری جماعت میں سے ایک آدمی کی موت نہ دکھانا۔ چنانچہ یہ زلزلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نہیں آیا۔ جیسا کہ حضرتؑ کا الہام تھا اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی۔ اس میں تاخیر ڈال دی (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱ حاشیہ) اور پھر اس زلزلہ میں صرف ایک احمدی فوت ہوا۔

۹- پنڈت دیانند کے متعلق فرمایا کہ "انکی زندگی کا خاتمہ ہوگیا ہے"۔ اس الہام کا گواہ لالہ شرم پت ساکن قادیان ہے جس کو حضرت اقدسؑ نے قبل از وقوع یہ بات بتائی تھی۔ سو وہ اسی سال مرگیا۔

۱۰- اپنی کتاب انوار الاسلام میں سعد اللہ لدھیانوی کے اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہونے کی پیشگوئی کی جس کا حلیہ بھی بیان فرمایا۔ خصوصاً یہ کہ اس کے جسم پر پھوڑے ہیں (دیکھو انوار الاسلام ص۲۶ حاشیہ مطبوعہ ستمبر ۱۸۹۴ء)
چنانچہ اس کے قریباً پانچ سال بعد حضرت خلیفہ اوّل کے گھر عبدالحی پیدا ہوا جس کے جسم پر پھوڑے تھے۔

۱۱- لیکھرام کی موت کی پیشگوئی بہت ہی واضح طور پر بیان فرمائی ؎

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ

اور پھر عِجْلٌ جَسَدٌ لَهُ خُوَارٌ لَهُ نَصَبٌ وَعَذَابٌ۔ اور پھر دن کی بھی تعیین فرمائی کہ
وَبَشَّرَنِيْ رَبِّيْ وَقَالَ مُبَشِّرًا + سَتَعْرِفُ يَوْمَ الْعِيْدِ وَالْعِيْدُ اَقْرَبُ
لیکھرام کے چھ سال کے اندر مرنے کی پیشگوئی کرامات الصادقین جو صفر ۱۳۱۱ھ میں مطبوع ہوئی۔ اور پھر ۲۲ر فروری ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں جو آئینہ کمالاتِ اسلام میں ہے۔ اس کے ٹکڑے ہونیکے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ پھر وہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل ہوا۔[1]

۱۲- يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَيَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ
(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۱ حاشیہ در حاشیہ)

۱۳- سر الخلافہ کے ۶۲ صفحہ پر مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے دعا کی۔ (نیز حمامۃ البشریٰ ص۱ مطبوعہ ۱۸۹۴ء میں) اس پر الہام ہوا۔
"اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویراں کردی"۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۲۵۔ تذکرہ ص۵۰۸ الہام ۱۲ر اپریل ۱۹۰۳ء) سو پھر طاعون ملک میں آئی اور ہزاروں دشمن ہلاک ہوئے۔ نمونۃً دیکھئے:۔
رُسل بابا امرتسری محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ۔ چراغ دین جمونی۔ نور احمد تحصیل حافظ آباد۔ زین العابدین مقرب مولوی فاضل انجمن حمایت الاسلام۔ حافظ سلطان سیالکوٹی۔ مرزا سردار بیگ سیالکوٹی۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۵)

۱۴- مباہلہ کے طور پر لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہنے پر مندرجہ ذیل منکرین مسیح موعود علیہ السلام ہلاک ہوئے:۔ رشید احمد گنگوہی پہلے اندھا ہوا۔ پھر سانپ کے ڈسنے سے مرگیا۔ مولوی عبدالعزیز۔ مولوی عبداللہ۔ مولوی محمد لدھیانوی۔ مولوی شاہ دین لدھیانوی دیوانہ ہوکر ہلاک ہوا۔ عبدالرحمٰن محی الدین لکھوکے والے بعد الہام ہذا ہلاک ہوگئے۔ کاذب پر خدا کا عذاب نازل ہوگیا۔

۱۵- مولوی غلام دستگیر قصوری بددعا کے بعد ہلاک ہوگیا اور نمونہ برائے اخوان خود مولویان منکرین مسیح ہیں۔

---

[1] خاکسار خادم کے والد حضرت ملک برکت علی اسی نشان کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے۔ (خادم)

۱۶۔ مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۴۶، صفحہ ۳۴۸ میں محمد حسین بھیں کے متعلق پیشگوئی تھی۔ سو وہ مطابق وعید ہلاک ہوا۔

۱۷۔ یَعْصِمُكَ اللّٰهُ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْكَ النَّاسُ (براہین احمدیہ) حالانکہ بعد میں مارٹن کلارک وغیرہ نے مقدمہ بنایا۔ پھر بھی خدا نے بچایا۔

۱۸۔ اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةِ اِس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیگا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۲)

۱۹۔ دلیپ سنگھ والی پیشگوئی۔ (صفحہ ۲۳۶ حقیقۃ الوحی)

۲۰۔ عبدالحق غزنوی نے حضرت مسیح کو کافر کا فتویٰ دیا۔۔۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے اصرار مباہلہ پر دعا کی۔ کہ اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں۔ اور اگر میں صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔ (صفحہ ۲۴۰ حقیقۃ الوحی) سو یہ پوری ہوئی۔

۲۱۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ کی دعا کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی متجاوز از پانچ لاکھ ہیں اور یہ آپ کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔

۲۲۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو بخار ہوا۔ اور ان کو ظن ہوگیا۔ کہ یہ طاعون ہے چونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ کہ اگر آپکو طاعون ہوگئی۔ تو پھر میں جھوٹا ہوں۔ اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔ پھر آپ نے اُن کی نبض پر ہاتھ رکھا تو بخار اُتر گیا۔

۲۳۔ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ مرحوم اور شیخ عبدالرحمٰنؓ مرحوم شہدائے کابل مُراد ہیں۔

۲۴۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے مضمون متعلقہ جلسہ دھرم مہوتسو کے بارے میں فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے الہام کیا ہے کہ "مضمون بالا رہا" سول اینڈ ملٹری گزٹ اور بھی بہت سے اُردو اخبارات نے اس کا اقرار کیا۔

۲۵۔ فروری ۱۹۰۶ء کو بنگال کی تقسیم کے متعلق پیشگوئی فرمائی پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ پھر ۱۹۱۱ء میں ملک معظم جارج پنجم اس کے پورا ہونے کا باعث بنے۔

بارھویں دلیل

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (جمعۃ:۴) کہ "آخرین" میں بھی جو ابھی تک صحابہؓ سے نہیں ملے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رسول کی بعثت مقدر ہے۔ سورۃ جمعہ کی اس آیت کو پہلی آیات کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں مقرر کی گئی ہیں۔ پہلی بعثت آپ کی اُمیین میں ہوئی اور دوسری بعثت آخرین کی جماعت میں ہوگی۔ اس کی تفصیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوتے بتائی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمْ یُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَاَلَ ثَلَاثًا وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔

{ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ جمعہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ مصری۔ و تجرید البخاری مکمل معہ عربی ترجمہ شائع کردہ لاہور۔ فیروز الدین اینڈ سنز جلد ۲ صفحہ ۳۴۰۔ نیز مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۶ باب جامع المناقب۔ }

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ جمعہ آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی تھی۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں۔ جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضورؐ سے تین دفعہ پوچھا گیا۔ اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھ کر فرمایا۔ کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا۔ تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے۔

اس حدیث نے قرآن مجید کی اس آیت کی بالکل صاف اور واضح تفسیر کر دی ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ (۱) اس میں کسی شخص کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کی آمد گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آمد تصور کی جائیگی (۲) اس کے ماننے والے صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ہو کر صحابی کہلانے کے مستحق ہونگے (۳) وہ شخص فارسی الاصل ہوگا (۴) وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا جبکہ اسلام دنیا سے اُٹھ جائیگا۔ اور قرآن کے الفاظ ہی الفاظ دنیا میں باقی رہ جائیں گے (۵) اس کا کام کوئی نئی شریعت لانا نہ ہوگا بلکہ قرآن مجید کو ہی دوبارہ دنیا میں لاکر شائع کریگا اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اس حدیث میں ہرگز یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ شخص حضرت سلمان فارسیؓ کی نسل میں سے ہوگا بلکہ بتایا یہ گیا ہے کہ "هٰؤُلَاءِ" ان میں سے ہوگا۔ یعنی قوم فارس میں سے یعنی فارسی الاصل ہوگا۔ اگر یہ کہنا ہوتا کہ وہ سلمان فارسیؓ کی نسل میں سے ہوگا تو بجائے مِنْ هٰؤُلَاءِ کہنے کے مِنْ هٰذَا فرماتے کہ "اس میں سے" ہوگا۔ چنانچہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں جو فردوس الاخبار دیلمی میں ہے۔ اس موقعہ پر یہ الفاظ ہیں:۔ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فَضَرَبَ عَلٰى فَخِذِ سَلْمَانَ فَقَالَ قَوْمُ هٰذَا (دیلمی صفحہ ۱۶۲ نسخہ موجودہ کتب خانہ آصفیہ نظام دکن) صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ میں ذکر فرمایا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ "اس کی قوم سے" پس مسیح موعودؑ کا فارسی الاصل ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ سلمانؓ کی نسل سے ہونا۔

دوسری بات جو قابلِ غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسیح موعودؑ کی بعثت کا زمانہ بتادیا ہے۔ "وَلَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا" گویا جب ایمان دُنیا سے اُٹھ جائیگا یعنی عملی طور پر مسلمان زوال پذیر ہو رہے ہونگے۔

پس اس حدیث سے مراد "حضرت امام ابو حنیفہؒ" ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ دوسری صدی کے قریب پیدا ہوئے۔ اور وہ زمانہ عروج اسلام کا زمانہ تھا، لیکن یہ اُس زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ایمان اُٹھ جائیگا۔ اور اِس زمانہ کے متعلق نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اب اسلام کا صرف نام قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲) نیز "سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا ہے۔" (اہلحدیث امرتسر ۱۴ رجون ۱۹۱۲ء)

غرضیکہ یہی وہ زمانہ ہے جو خود پُکار پُکار کر کہہ رہا تھا کہ کسی مصلح ربانی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس فارسی الاصل مردِ فتح نصیب جرنیل کو عین ضرورت کے وقت قادیان کی مقدس بستی میں کھڑا کیا۔ جس نے ایمان اور قرآن کو دوبارہ دُنیا میں لانے کی ڈیوٹی کو کما حقہٗ سرانجام دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں

ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

(ب) "افسوس یہ نہیں سوچتے کہ یہ دعویٰ بے وقت نہیں۔ اسلام اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر فریاد کر رہا تھا کہ مَیں مظلوم ہوں اور اب وقت ہے کہ آسمان سے میری مدد ہو۔" (ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۵)

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ مغل ہیں۔ اس لیے فارسی الاصل نہیں ہو سکتے؟ تو اس کے جواب میں شاہانِ اسلامیہ کی تاریخ کے متعلق مستند ترین کتاب میڈیول انڈیا مصنفہ مسٹر سٹینلے لین پُول (جو تاریخ کی مشہور کتاب ہے)۔

(Mediaeval India under Mohammadan Rule)

میں لکھا ہے کہ شاہانِ مُغلیہ کے زمانہ میں یہ عام طور پر قاعدہ تھا کہ جو شخص درّہ خیبر کے راستے سے ہندوستان میں داخل ہوتا خواہ وہ افغان ہو یا فارسی یا کسی اور قوم کے ساتھ تعلق رکھتا ہو پھر بھی "مغل" ہی کہلاتا تھا۔ اس لیے کسی کا محض "مرزا" یا "مغل" کہلانا اسے فارسی الاصل ہونے سے محروم نہیں کرتا۔

"The term Mughal .... came to mean any fair man from central Asia or Afghanistan as distinguished from the darker native, foreign invaders or governing Muslim class, Turks, Afghans, Pathans and Mughals eventually because so mixed that were indifferently termed Mughals."

(کتاب مذکور مطبوعہ ٹی فشران ون لمیٹڈ لندن پندرھواں ایڈیشن ۱۹۲۶ء - صفحہ ۱۹۷ حاشیہ)

یعنی لفظ "مغل" ہندوستان کے کالے باشندوں کو ایشیا۔ کے دوسرے باشندوں سے ممیز کرنے کے لئے بولا جاتا تھا۔ مختلف حملہ آور یا حکمرانِ مسلمان ترک۔ افغان۔ پٹھان اور مغل کچھ اسی طرح مِل جل گئے کہ سب کو بلا امتیاز "مغل" کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ہر گورے شریف آدمی کو "مغل" کہا جاتا تھا۔

ناقابلِ تردید ثبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی الاصل ہونے کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ بندوبست مال ۱۸۶۵ء میں حضرت صاحب کے دعویٰ سے سالہا سال پہلے جبکہ حضرتِ مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد اور دوسرے بزرگ زندہ موجود تھے قادیان کے مالکان کے شجرۂ نسب کے ساتھ "فٹ نوٹ" میں بعنوان "قصبہ قادیان کی آبادی اور وجہ تسمیہ" لکھا ہے :۔

"مورث اعلیٰ ہم مالکانِ دیہہ کا بعہد شاہانِ سلف (ملک فارس) سے بطریق نوکری ۔۔۔۔آکر۔۔۔ اس جنگل اُفتادہ میں گاؤں آباد کیا۔"

اور اس کے نیچے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب و مرزا غلام جیلانی صاحب و مرزا غلام محی الدین وغیرہم کے دستخط ہیں۔ پس :۔

(۱) یہ سرکاری کاغذات کا اندراج حضرت صاحبؑ کے دعویٰ سے سالہا سال قبل کا حضرت صاحب کے فارسی الاصل ہونیکا یقینی ثبوت ہے۔

(ب) مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتا ہے :۔

"مؤلف براہینِ احمدیہ قریشی نہیں فارسی الاصل ہے۔" (اشاعة السنة جلد ۷ صفحہ ۱۹۳)

(ج) "جناب مرزا صاحب یافث بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔"

(ٹریکٹ امر بھائی اور قرآنِ حکیم مصنفہ ایم۔ اے لطیف صفحہ ۱۶)

یافث بن نوحؑ کے متعلق ملاحظہ ہو غیاث اللغات فارسی :۔

"شیخ ابن حجرؒ شارح صحیح بخاری گفتہ است کہ فارسی منسوب بفارس بن غامور بن یافث بن نوح علیہ السلام است۔"

پس حضرت اقدس علیہ السلام کا فارسی الاصل ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں :۔

(۱) "اِس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا ۔۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرزا اور بیگ کا لفظ کسی زمانہ میں بطور خطاب کے اُنکو ملا تھا جس طرح خان کا نام بطور خطاب دیا جاتا ہے۔ بہر حال جو کچھ خدا نے ظاہر فرمایا ہے وہی درست ہے۔ انسان ایک ادنیٰ سی لغزش سے غلطی میں پڑ سکتا ہے۔ مگر خُدا سہو اور غلطی سے پاک ہے۔"

(حقیقة الوحی صفحہ ۸۱ حاشیہ)

(ب) "یاد رہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے ۔۔۔۔ اب خدا کے کلام سے یہ معلوم

ہوا کہ ہمارا خاندان دراصل فارسی خاندان ہے۔ سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں۔ اسی کا علم صحیح اور یقینی ہے اور دوسروں کا شکی اور ظنی۔" (اربعین ۲ و ۳ صفحہ ۱۷ حاشیہ)

تیرھویں دلیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ" (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۷۱) کہ مسیح و مہدی کے ظہور کی نشانیاں بارھویں صدی کے گذرنے پر ظاہر ہونگی۔ چنانچہ ہم نے جو معنے کئے ہیں حضرت ملا علی قاری نے بھی ان کی تائید کی ہے۔ "وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ اللَّامُ فِی الْمِأَتَیْنِ لِلْعَھْدِ اَیْ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ بَعْدَ الْاَلْفِ وَھُوَ الْوَقْتُ لِظُھُوْرِ الْمَھْدِیِّ" (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۷۱ حاشیہ نیز دیکھو حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ مصری حاشیہ علامہ سندھی) کہ ممکن ہے اَلْمِأَتَیْنِ کا الف لام اس عہد کے لئے ہو۔ جو ایک ہزار کے دو سو سال بعد کا ہے (یعنی ۱۲۰۰) اور وہی وقت ظہور مہدی کا ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خانصاحب نے بھی اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۴۱ و صفحہ ۳۹۴ و صفحہ ۳۹۵ پر بہت سی روایات نقل کرکے یہی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ مہدی تیرھویں صدی میں نازل ہونا چاہیئے۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں: "اس حساب سے ظہورِ مہدی علیہ السلام کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہیئے تھا۔ مگر یہ صدی پوری گذر گئی مہدی نہ آئے۔ اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔ اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ مہینے گذر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل و عدل رحم و کرم فرمائے چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۱)

"بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ" کے رُو سے بارھویں صدی کے ختم ہونے پر تیرھویں صدی میں امام مہدی کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ ایسے وقت میں کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر چالیس سال کا ہو کر دعویٰ کر سکے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ مہدی بارھویں صدی میں پیدا ہو۔ کیونکہ بَعْدَ الْمِأَتَیْنِ میں لفظ بعد بتاتا ہے کہ وہ بارھویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر اس وجہ سے کہ امام مہدی نے اپنی صدی کا مجدد ہونا تھا اس لیے اُسے تیرھویں صدی میں ایسے وقت میں پیدا ہونا تھا کہ اگلی صدی کے سر پر اس کی عمر چالیس سال کی ہو۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔ جو ۱۴ر شوال سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ر فروری سنہ ۱۸۳۵ء بروز جمعہ پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۹۰ھ کو چودھویں صدی کے سر پر آپ عین چالیس برس کی عمر میں شرفِ مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہو کر دعوئے مہدویت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور عین چودھویں صدی کے سر پر آپ نے دعویٰ کیا۔ گویا حدیث اور روایات کے عین مطابق آپؑ دنیا میں تشریف لائے۔ سچ ہے ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا!

(مسیح موعودؑ)

چودہویں دلیل

حدیث شریف میں ہے:-

"اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ"

(دارقطنی ص۱۸۸)

کہ ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ اور یہ صداقت کے دونوں نشان کبھی کسی کے لئے جب سے دُنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوئے۔ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سُورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج کو گرہن لگے گا۔

چنانچہ یہ گرہن ۱۸۹۴ء میں لگا۔ یعنی چاند کی ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخوں میں سے ۱۳ تاریخ کو رمضان کے مہینہ میں چاند (قمر) کو اور ۲۷-۲۸-۲۹ تاریخوں میں سے ۲۸ تاریخ کو ماہ رمضان میں سُورج کو گرہن لگا۔ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگنا حدیث شریف میں مراد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "قمر" بولا ہے اور "قمر" پہلی تین راتوں کے بعد کے چاند کو کہتے ہیں۔ پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔

يُسَمَّى الْقَمَرُ لِلَيْلَتَيْنِ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ هِلَالًا قَالَ الْجَوْهَرِيُّ الْقَمَرُ بَعْدَ ثَلَاثٍ اِلٰى اٰخِرِ الشَّهْرِ قَالَ ابْنُ السَّيِّدَةِ وَالْقَمَرُ يَكُوْنُ فِي لَيْلَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الشَّهْرِ"

(لسان العرب)

کہ جوہری کہتا ہے کہ قمر وہ ہوتا ہے جو دوسری رات کے بعد کا چاند ہو۔ اور اسی طرح ابن سیدہ نے بھی کہا ہے کہ مہینہ کی تیسری رات کو چاند قمر ہوجاتا ہے۔

۲- "وَهُوَ قَمَرٌ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلٰى اٰخِرِ الشَّهْرِ وَاَمَّا قَبْلُ ذَالِكَ فَهُوَ هِلَالٌ"

(اقرب الموارد و منجد)

کہ تین راتوں کے بعد چاند قمر ہوجاتا ہے اور اس سے پہلے جو چاند ہوتا ہے اس کو ہلال کہتے ہیں۔ پس حدیث میں اوّل اور درمیانے سے مراد وہی ہوسکتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کا پورا ہونا خود اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

۳- اس حدیث کو دارقطنی نے نقل کیا ہے جو خود ایک بڑا عالم اور علم حدیث میں یگانہ تھا۔ جیسا کہ ضمن ۱۲ میں نخبۃ الفکر کے حوالہ سے بتایا گیا ہے ص۵۹

نوٹ:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث کی صحت کے متعلق خوب مفصل بحث "تحفہ گولڑویہ" میں تحریر فرمادی ہے۔ وہاں سے دیکھی جاتے۔

چاند کو یہ گرہن ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء کو لگا۔ دیکھو اخبار آزاد ۴ مئی ۱۸۹۴ء۔ نیز سول اینڈ ملٹری گزٹ

۲۰ اپریل ۱۸۹۴ء۔

۳۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں پائی جاتی ہے جس سے اس کی صحت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) دار قطنی جلد ۸ صـ۱۸۸

(۲) فتاویٰ حدیثیہ حافظ ابن حجر مکی مصنفہ علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر الہیثمی مطبوعہ مصر

(۳) احوال الآخرۃ حافظ محمد لکھوکے صـ۲۳ مطبوعہ ۱۳۰۵ھ۔

(۴) آخری گت مصنفہ مولوی محمد رمضان حنفی۔ مجتبائی مطبوعہ ۱۲۷۸ھ۔

(۵) حجج الکرامہ صـ۳۴۴ ۔ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب۔

(۶) عقائد الاسلام مصنفہ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی صـ۱۸۲ و صـ۱۸۳ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ۔

(۷) قیامت نامہ فارسی و علاماتِ قیامت اُردو مصنفہ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی۔

(۸) اقتراب الساعۃ نواب نور الحسن خان صـ۱۰۶ و صـ۱۰۷ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ۔

(۹) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد ۲ صـ۱۳۲ مکتوب ۶۷

(۱۰) اکمال الدین صـ۳۴۸

(۱۱) حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ نعیم بن حماد۔ ابوالحسن خیری۔ حافظ ابوبکر بن احمد اور بیہقی اس کے راوی ہیں (صـ۳۴۴)

(۱۲) علاوہ ازیں یہ حدیث دار قطنی کی ہے اور دار قطنی اس بلند پایہ کا محدث ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں :۔ قَالَ الدَّارُ قُطْنِیْ یَا اَھْلَ بَغْدَادَ لَا تَظُنُّوْا اَنَّ اَحَدًا یَقْدِرُ اَنْ یَکْذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ اَنَا حَیٌّ ۔

(نخبۃ الفکر صـ۵ حاشیہ)

کہ امام دار قطنی نے فرمایا کہ اے اہل بغداد! یہ خیال نہ کرو کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب کر سکتا ہے جبکہ میں زندہ ہوں۔

پندرہویں دلیل

حدیث شریف میں ہے :۔

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا"۔

(ابو داؤد جلد ۲ صـ۲۱۲ و مشکوٰۃ مطبع نظامی دہلی صـ۱۴ کتاب العلم و مطبع مجتبائی صـ۳۶)

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کریگا جو آکر دین کی تجدید کریگا۔

لہ ابو داؤد جلد ۲ صـ۲۱۲ کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ مطبوعہ مطبع نولکشور

صحتِ حدیث

(ا) وَقَدِ اتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی تَصْحِیْحِ هٰذَا الْحَدِیْثِ مِنْهُمُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَ الْبَیْهَقِیُّ فِی الْمُدْخَلِ وَ مِمَّنْ نَصَّ عَلٰی صِحَّتِهٖ مِنَ الْمُتَاَخِّرِیْنَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ" (حجج الکرامہ ص۱۳۳) کہ استادانِ حدیث کا اِس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ اِن میں سے حاکم نے مستدرک میں بیہقی نے مدخل میں اس کو لکھا ہے اور متاخرین میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اُن میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی ہیں۔

(ب) "هٰذَا الْحَدِیْثُ اتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلَی الصَّحِیْحِ مِنْهُمُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَ الْبَیْهَقِیُّ فِی الْمَدْخَلِ" (مرقاۃ الصعود شرح ابن داؤد زیر حدیث ہذا) یعنی استادانِ حدیث کا اِس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ جن میں سے امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مدخل میں اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

(ج) علامہ سیوطی اپنے رسالہ "تنبیہ" میں لکھتے ہیں:-

"اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی صِحَّتِهٖ" کہ تمام محدثین اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ نیز اپنی کتاب جامع الصغیر جلد ا صفحہ ۷۴ باب الالف میں بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(د) حجج الکرامہ میں لکھا ہے:- "چنانچہ در حدیث مشہور آمدہ است اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ الخ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ الْحَاکِمُ وَ الْبَیْهَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَةِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ" کہ مشہور حدیث میں ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ مجدد مبعوث کیا کریگا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور امام حاکم اور بیہقی نے معرفۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(ھ) یہ حدیث ابوداؤد میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔

ضروری نوٹ:- بعض غیراحمدی دوست جب عاجز آجاتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ مجدد کے لیے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس صدی کا مجدد دُنیا میں موجود ہو (رشید احمد گنگوہی وغیرہ) مگر اُس نے دعویٰ نہ کیا ہو۔ کیا کسی پہلے مجدد نے بھی دعویٰ مجددیت کیا ہے؟

اِس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ:-

ا۔ تمام گذشتہ مجددین کی جملہ تحریرات ہمارے پاس محفوظ نہیں ہیں تاکہ ہم ہر ایک کا دعوے اُن کی اپنی زبانی دکھا سکیں۔ ہاں جن مجددین کی بعض تحریرات محفوظ ہیں اُن میں سے تین کا دعویٰ درج کیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی النَّاظِرِیْنَ فِیْ

عُلُوْمِہٖ وَ مَعَارِفِہٖ ..... وبدانند کہ بر سرمائۃ مجددی گذشتہ است، امّا مجدد مائۃ دیگر است ومجدد الف دیگر۔ چنانچہ درمیان مِائۃ والف فرق است، در مجددین اینہا نیز ہما نقدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں۔ (مکتوبات امام ربّانی جلد ۲ صفحہ ۱۴، ۱۵ مکتوب چہارم)

ب۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"قَدْ اَلْبَسَنِیَ اللّٰہُ خِلْعَۃَ الْمُجَدِّدِیَّۃِ"۔ (تفہیمات الٰہیہ بحوالہ حجج الکرامہ صـ ۱۳۹)

ج۔ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

"اِنِّیَ الْمُجَدِّدُ"۔ (حجج الکرامہ صـ ۱۳۸)

۲۔ اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ عام طور پر دعویٰ کرنا ضروری نہیں پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ چودہویں صدی کے مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ بقولِ شما "جھوٹا مجدد" (نعوذ باللہ) میدان میں کھڑا للکار رہا تھا۔

"ہائے یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں تھا۔ تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی اور پھر کوئی بتلا نہ سکا کہ تم جھوٹے ہو اور سچا فلاں آدمی ہے"۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ صـ ۲)

"افسوس ان لوگوں کی حالتوں پر، ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی عزت نہ کی۔ اور صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے، مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں پوشیدہ بیٹھا ہے"۔ (اربعین ۳ صـ ۱۳)

پس اگر اُس وقت کوئی "سچا مجدد" بھی بقولِ شما بقیدِ حیات موجود تھا (جس کو خدا تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے مبعوث کیا ہوا تھا) تو اُس کا فرض تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل دعوٰے کرکے اُمّتِ محمدیہ کو گمراہی سے بچاتا۔ ان حالات میں اس کا خاموش رہنا تو "اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطَانٌ اَخْرَسٌ"[1] کے مطابق اس کو "گونگا شیطان" قرار دیتا ہے۔ چہ جائیکہ اُس کو "مدعی مفقود اور گواہ موجود" کا مصداق بناتے ہوئے مضحکہ خیز طور پر "مجدد" قرار دیا جائے۔

فہرست مجددینِ اُمّتِ محمدیہ

① پہلی صدی:۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (حجج الکرامہ صـ ۱۳۵)

② دوسری صدی:۔ حضرت امام شافعیؒ (احمد بن حنبل) (" " ")

③ تیسری صدی:۔ حضرت ابو شرحؒ و ابوالحسن اشعریؒ (" " صـ ۱۳۶)

④ چوتھی صدی:۔ حضرت ابو عبداللہ نیشاپوری و قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہم (حجج الکرامہ صـ ۱۳۶)

⑤ پانچویں صدی:۔ حضرت امام غزالیؒ (" " ")

⑥ چھٹی صدی:۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

⑦ ساتویں صدی:۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ و حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (حجج الکرامہ صـ ۱۳۶)

[1] تذکرۃ الاولیاء صـ ۲۹۰ باب ۲۶۔

(۸) آٹھویں صدی :۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت صالح بن عمر رحمۃ اللہ علیہ (حجج الکرامہ ص ۱۳۶)

(۹) نویں صدی :۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (" " ص ۱۳۸)

(۱۰) دسویں صدی :۔ حضرت امام محمد طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۱) گیارہویں صدی :۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۲) بارہویں صدی :۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (حجج الکرامہ ص ۱۳۹)

(۱۳) تیرہویں صدی :۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (" " ")

(۱۴) چودھویں صدی :۔

"و بر سر مائۃ چہاردہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی است۔ اگر ظہور مہدی علیہ السلام و نزول عیسیٰ صورت گرفت۔ پس ایشاں مجدد و مجتہد باشند" (حجج الکرامہ ص ۱۳۹)

کہ چودہویں صدی کے سر پر جس کو ابھی پورے دس سال باقی رہتے ہیں اگر مہدی اور مسیح موعودؑ ظاہر ہوگئے تو وہی چودھویں صدی کے مجدد ہونگے۔

ب۔ "پس تواں گفت کہ دریں دَہ سال کہ از مائۃ ثالث عشر باقی است ظہور کند یا بر سر چہاردہم" (حجج الکرامہ ص ۱۴۱)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عین وقت (چودھویں صدی کے سر) پر ظاہر ہوتے پس اگر آپ مجدد نہیں ہیں تو کوئی اور مجدد بتاؤ۔ جو چودہویں صدی کے سر پر آیا ہو۔ اگر کوئی غیر مسلم تم سے پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے تو اُسے کیا جواب دوگے ؟

اب تو چودھویں صدی میں سے بھی ۷۰ برس گذر گئے۔ سچ تو یہی ہے کہ ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا (مسیح موعودؑ)

پس خدا کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر تبر نہ چلاؤ اور مخالفینِ اسلام کو اسلام پر مزید اعتراضات کرنے کا موقعہ نہ دو۔

سولھویں دلیل

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔
(سورۃ الصف : ۷)

اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل ! مَیں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تصدیق

کرتا ہوں اس کی جو میرے سامنے ہے یعنی تورات اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔

اِن آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احمد رسول کی آمد کی بشارت دی ہے۔ اور صرف اس کا نام بتانے پر ہی اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ اس کی بعض نہایت ضروری علامات بھی بیان فرمادی ہیں۔ اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ آپ کا غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اِس کی کئی وجوہ ہیں:۔

پہلی وجہ:۔ ان آیات کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ (الصف: ۸) کہ اُس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے (الہام کا جھوٹا دعویٰ کرے) اور وہ بلایا جائیگا اسلام کی طرف۔

اِس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب احمد رسول اللہ آئے گا تو لوگ اس کی مخالفت کریں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر احمد رسول اللہ (نعوذ باللہ) فی الواقعہ خدا کی طرف سے نہیں تو اندریں صورت وہ مفتری علی اللہ ٹھہرتا ہے اور مفتری علی اللہ سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا۔ اور جو ظالم ہو اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (الانعام: ۲۲) کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ نیز اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ (النحل: ۱۱۷) کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں اور اپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے پس اگر احمد رسول فی الواقعہ اپنے دعویٰ میں سچا نہیں تو اندریں صورت اس کو اسلامی تعلیم کی رُو سے ناکام و نامراد ہو جانا چاہیئے مگر وہ اپنے تمام دشمنوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے تمام مقاصد میں کامیاب و کامران ہوگا اور اس کی کامیابی اور کامرانی قطعی طور پر ثابت کردیگی کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے اور اسلامی تعلیم کی رو سے وہ حق پر اور اس کے مخالفین ناحق پر ہیں۔ مگر باوجود اس واضح طریق فیصلہ کے پھر بھی اس کو اس کے مخالفین اُسے دعوتِ اسلام دینگے اور کہیں گے کہ تُو دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکا ہے۔ پس آ اور مسلمان ہو جا۔ اس طرح وہ احمد رسول جو اسلامی تعلیم کی رُو سے مفتری علی اللہ ثابت نہیں ہوا اُلٹا اسلام کی طرف دعوت دیا جائیگا۔ پس پہلی نشانی جو اس احمد رسول کی بتائی گئی ہے وہ ھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ کے الفاظ میں یہ ہے کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا جائے گا۔ اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:۔

د۔ وہ احمد رسول ایسے زمانہ میں آئے گا جبکہ دُنیا میں اسلام کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ پہلے سے موجود ہوں گے گویا وہ خود بانیٔ اسلام نہیں ہوگا۔

ب۔ اس کے مخالفین اُس پر کُفر کا فتویٰ لگائیں گے اور خود کو حقیقی مسلمان قرار دیں گے۔

پس مندرجہ بالا علامات صاف طور پر بتارہی ہیں کہ اس پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں بلکہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام۔ احمد کے

متعلق ہے کیونکہ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اپنے آپ کو اسلام کے مدعی قرار نہیں دیتے تھے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانی اسلام ہیں۔ آپ کے مخالفین نے اپنے آپ کو کبھی مسلمان قرار نہیں دیا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مسلم قرار دیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام کی طرف دعوت دی۔

نوٹ :۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ھُوَ یُدْعٰی میں ھُوَ کی ضمیر کا مرجع خواہ "مَنْ اَظْلَمُ" اور "مَنِ افْتَرٰی" کو قرار دیا جائے اور خواہ "احمد" کو قرار دیا جائے۔ دونوں صورتوں میں حقیقی مرجع "احمد" ہی بنتا ہے اور کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ میں جس شخص کی طرف اشارہ ہے۔ وہ وہی ہے جس پر "مفتری علی اللہ" ہونے یعنی الہام کا جھوٹا دعویٰ کرنیکا الزام ہے اور جس کی اس الزام سے بریت مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ احمد رسول ہی ہے جس کے متعلق یہ اعتراض ہے کہ "قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ" (النحل : ۱۴۰) کہ درحقیقت یہ خدا کا رسول نہیں بلکہ جادوگر ہے اور جادو کی مدد سے یہ نشانات دکھاتا ہے۔ پس مَنْ اَظْلَمُ میں احمد رسول کے منکروں کا ذکر نہیں بلکہ خود احمد رسول کی بریت کے لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اس احمد رسول پر مفتری ہونے کا الزام لگاتے ہو حالانکہ مفتری سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوتا اور خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت سے ثابت ہے کہ یہ "ظالم" نہیں۔ کیونکہ اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہے۔ پس ھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ میں ھُوَ کی ضمیر کا مرجع بہر حال "احمد رسول" ہی ہے نہ کوئی اور۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی نے جادوگر قرار نہیں دیا۔ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے دشمنوں نے "جادوگر" "ساحر" رمّال اور نجومی قرار دیا ہے۔ چند حوالجات درج ذیل ہیں :۔

۱۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اپنی سرقہ کردہ کتاب موسومہ "سیف چشتیائی" میں لکھتے ہیں :۔

"تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعۃً ہی نگل گیا۔"

(سیف چشتیائی صـ ۱۰۷)

۲۔ "معلوم ہوا کہ اب تک ساحر قادیانی کا گھر نحوستوں سے بھرا ہوا ہے۔"

("تکذیب براہین احمدیہ" مصنفہ لیکھرام جلد ۲ صـ ۲۹۸)

۳۔ "یہی ساحر قادیانی ہے۔" (ایضاً صـ ۳۰۰)

۴۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتا ہے :۔

"اگرچہ یہ پیشگوئی (متعلقہ وفات احمد بیگ۔ خادم) تو پوری ہو گئی۔ مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ سے کی گئی تھی۔"

(اشاعۃ السنہ بحوالہ اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صـ ۳۹)

m0373 (1422x2448x256 jpeg)

۵۔ایک مخالف مولوی پنجابی شعر میں کہتا ہے ؎

جادوگر ہے ساحر بھارا، مسمریزم جانے
رمل نجوم تے ہور بتیرے کسبی علم پچھانے

(بجلی آسمانی مصنفہ مولوی فیض محمد صفحہ ۱۲۳)

یعنی مرزا قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جادوگر اور ساحر ہیں اور مسمریزم اور رمل و نجوم وغیرہ علوم خوب جانتے پہچانتے ہیں۔

دوسری وجہ:۔ "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ"۔(الصف: ۹) کہ لوگ چاہیں گے کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادیں۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ مگر خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کریگا۔

اِس آیت میں (جو اِسْمُہٗ اَحْمَدُ والی آیت کے ساتھ ہی ملحق ہے) اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ احمد رسول کا زمانہ وہ ہوگا جس میں اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانے کی کوشش نہیں کی جائیگی۔ بلکہ مزعومہ دلائل کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کیا جائیگا۔ گویا منہ کی پھونکیں ماری جائینگی۔ سو یہ علامت بھی صاف طور پر بتاتی ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص غلام۔ احمد رسول اللہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ منہ کی پھونکوں کا نہ تھا۔ بلکہ لوگ اسلام کو تلواروں کی طاقت سے مٹانا چاہتے تھے۔ لیکن آج دلائل مزعومہ کے زور یعنی منہ کی پھونکوں سے اسلام کو بجھایا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاسد سلسلہ رسوائے عالم اخبار "زمیندار" کے ٹائیٹل پر بھی یہ شعر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تیسری وجہ:۔ یہ ہے کہ اِس سے اگلی آیت ہے:۔ "ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ الخ" کہ وہی اللہ ہے جس نے احمد رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کردے۔

اِس آیت کے متعلق تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ کیونکہ اسلام کا یہ موعودہ غلبہ اسی کے زمانہ میں ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

ا:۔ "وَیُھْلِکُ اللّٰہُ فِیْ زَمَنِہٖ الْمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِسْلَامَ" (ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ مصری) کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تمام جھوٹے دینوں کو نیست و نابود کرکے صرف اسلام کو قائم کریگا۔

ب۔ ابنِ جریر میں ہے:۔

"ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ذَالِکَ عِنْدَ خُرُوْجِ عِیْسٰی۔" (ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۴۸) کہ اِس آیت میں جس غلبۂ اسلامی کا

ذکر ... مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد واقع ہوگا۔
دیکھو تفسیر حسینی مترجم اُردو جلد ۲ ص ۵۳۸ سورۃ صف زیر آیت بالا۔

ج ۔ نیز لکھا ہے :۔
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ الخ
قَالَ حِیْنَ خُرُوْجِ عِیْسٰی ؛ (ابن جریر جلد ۲۵ صفحہ ۳۹)

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اِس آیت لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے متعلق فرمایا۔ کہ یہ غلبہ مسیح موعود کے ظہور کے بعد ہوگا۔ پس ثابت ہے کہ یہ آیت ساری کی ساری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیشگوئی ہے۔ نہ کسی اور کی۔

چوتھی وجہ :۔ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰؑ ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل (مسیح موعودؑ) کی۔

پانچویں وجہ :۔ یہ کہ اِس پیشگوئی کا قرآن مجید میں ذکر کرنے سے مقصود بخیال غیر احمدیاں صرف عیسائیوں پر اتمام حجت کرنا اور احمد رسول کی صداقت کی ایک دلیل دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والدین نے جو نام رکھا وہ (احمد نہیں بلکہ محمدؐ تھا۔ عیسائی تو ہرگز نہیں مانتے کہ آپؐ کا نام احمدؐ تھا۔ کسی مدعی کا یہ کہنا کہ اللہ نے میرا نام یہ رکھا ہے اُس کے ماننے والوں کے لیے تو حجت ہو سکتا ہے لیکن اُس کے منکروں پر ہرگز حجت نہیں ہو سکتا اور جو پہلے ہی مانتا ہے اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں اور جو نہیں مانتا اس کے لیے یہ دعویٰ دلیل نہیں بن سکتا۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جائے تو یہ عیسائیوں کے لیے کوئی حجت اور دلیل نہیں بن سکتی۔ لہٰذا اس کے بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔ پس اِس پیشگوئی کا مصداق وہی ہے جس کے نام کا ضروری حصہ احمد ہے۔ صفاتی نام نہیں بلکہ ذاتی نام (عَلَم) ہے۔

بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام "احمد" بھی ہے مگر یہ آپ کا تعلق انسانوں سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے ہے جس کو کوئی انسان خود بخود نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ "احمد" کے معنی ہیں "سب سے زیادہ تعریف کرنے والا" اور "محمد" کے معنی ہیں "سب سے زیادہ تعریف کیا گیا" گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد اور تعریف کرنے والے ہیں۔ اِس لیے آپ صفاتی طور پر احمدؐ ہیں، لیکن دنیا کے ساتھ آپ کا تعلق محمدیت کا ہے۔ پس ایک عیسائی کے لیے آپ کی شانِ احمدیت کو سمجھ کر اس پر ایمان لانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کے محمدؐ ہیں اور احمدؐ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

نوٹ :۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حضورؐ کے والدین نے یا حضورؐ کے دادا نے بوقتِ پیدائش احمد رکھا تھا۔ مگر ان تمام روایات کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے

کہ یہ سب "موضوع" روایات ہیں۔ ان میں سے اکثر "واقدی" کی ہیں۔ جو جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں کا اُستاد ہونے کی وجہ سے "رئیس الوضّاعین" کہلاتا ہے۔ چنانچہ ان روایات کے متعلق حضرت امام محمد شوکانی لکھتے ہیں:۔ وَمِنْهَا اَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَرْوِيْ فِيْ تَسْمِيَةِ اَحْمَدَ لَا يُثْبَتُ مِنْهَا شَيْئٌ ۔

(فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ للشوکانی صفحہ ۱۳۶/۱۰۹)

یعنی بعض وہ روایات ہیں جن میں یہ ذکر آتا ہے کہ حضورؐ کا نام احمد رکھا گیا تھا، لیکن ان روایات سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹی وجہ:۔ یہ ہے کہ لفظ محمّد کے معنے ہیں کہ "سب سے زیادہ تعریف کیا گیا" پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "محمد" ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ کوئی شخص آپ کا "احمد" (سب سے زیادہ تعریف کرنے والا) ہو۔ گویا خود لفظ "محمد" میں یہ پیشگوئی ہے کہ کوئی انسان دُنیا میں احمد ہو کر آئیگا۔ جو اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ تعریف کریگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم صفاتی طور پر "احمد" مانتے ہیں۔ لیکن یہ تعلق آپؐ کا خدا سے ہے، مگر یہ پیشگوئی (اسمہٗ احمد والی) عیسائیوں پر اتمام حجت کے لئے بیان کی گئی ہے۔ اور عیسائی اس تعلق کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خُدا سے ہے جان یا مان نہیں سکتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اِس پیشگوئی کا وہی مصداق ہو جو ظاہری طور پر احمد ہو یعنی جس کا عَلَم احمد ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام احمد تھا۔ "غلام احمد" کے لفظ میں لفظ "غلام" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے اکثر ناموں کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ غلام مرتضیٰ۔ غلام قادر۔ غلام مجتبیٰ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ عَلَم وہی ہوتا ہے جو تمیز واقع ہو اور "غلام احمد" میں سے تمیز احمد ہے۔ پس وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عَلَم ہے۔

چنانچہ اس کا دوسرا زبردست ثبوت یہ ہے کہ آپ کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب بھی آپ کا نام احمد ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام پر جو دو گاؤں آباد کئے ان کے نام "قادر آباد" اور "احمد آباد" علیٰ الترتیب مرزا غلام قادر اور غلام احمد علیہ السلام کے نام پر رکھے۔

غیر احمدی:۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ میں لَمَّا ماضی جَآءَ پر آیا ہے اور جب ماضی پر لَمَّا داخل ہو تو اس کے معنے ہمیشہ ماضی ہی کے ہوتے ہیں۔ مستقبل کے نہیں ہو سکتے۔

احمدی:۔ یہ قاعدہ درست نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الملک: ۲۸) کہ جب وہ قیامت کو دیکھیں گے تو کافروں کے مُنہ خراب ہو جائینگے۔

اِس آیت میں رَاَوْهُ ماضی ہے اور اُس پر لَمَّا داخل ہوا ہے۔ مگر یہ مستقبل (یعنی قیامت) کے متعلق ہے۔ بعینہٖ اسی طرح فَلَمَّا جَآءَهُمْ بھی مستقبل کے متعلق ہے۔

نوٹ:۔ حدیث "اَنَا بَشَارَةُ عِيْسٰى" میں جس بشارت کا ذکر ہے وہ سورۃ صف والی بشارت نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے درحقیقت دو نبیوں کی بشارت دی ہے۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ (۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی۔ چنانچہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

متعلق جو بشارت ہے وہ اِن الفاظ میں ہے۔ "اس کے بعد مَیں تم سے بہت سی باتیں نہ کرونگا کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے۔" (یوحنا ۱۴ باب ۳۰ و یوحنا ۱۶ باب ۷ تا ۱۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "اس بشارت" کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیا ہے (تفصیل مضمون "آنحضرتؐ کی نسبت بائبل میں پیشگوئیاں" ٹریکٹ بک ہذا میں دیکھو)۔

سترھویں دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔ "لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" (الواقعۃ: ۸۰) کہ قرآن مجید کے مطالب و معانی اور حقائق و معارف انہی پر کھولے جاتے ہیں جو پاک اور مطہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"مساس نکنند اسرارِ مکنونۂ قرآنی را مگر جماعۃ را کہ از لوثِ تعلقاتِ بشریہ پاک شدہ باشند۔ ہرگاہ نصیب پاکاں مساس اسرار قرآنی بود بدیگراں چہ رسد؟"

(مکتوبات جلد ۳ صـ۱۱ مکتوب چہارم شروع)

پس قرآن مجید کے حقائق و معارف پر آگاہ ہونا صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا کہ قرآن مجید کے علوم اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولے ہیں۔ دنیا کا کوئی عالم میرا مقابلہ کرکے دیکھ لے۔ مگر مولویوں نے اپنی خاموشی سے ثابت کر دیا کہ آسمانی علوم انہیں پر کھولے جاتے ہیں۔ جو آسمان سے اپنے تعلقات وابستہ کر چکے ہوں۔ اور یہ کہ دُنیا کے مولویوں اور عالموں کا کوئی بڑے سے بڑا اُستاد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں علاوہ مختلف آیات کی تفسیر لکھنے کے قرآن مجید کی تفسیر کے نہایت قیمتی اُصول بتائے اور خود ان اصول کے مطابق آیاتِ قرآنی کی تفسیر کرکے بتادیا کہ آسمانی علوم آسمان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں ہی کا حصّہ ہوتے ہیں۔ محض ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا کی گردان رٹ لینے اور عربی سیکھ لینے سے قرآن مجید نہیں آجاتا۔ اگر قرآن مجید کے حقائق و معارف کے سمجھنے کا معیار محض عربی زبان کا جاننا ہی ہوتا تو "جرجی زیدان" یا اس جیسے عیسائی و دہریہ اور یہودی جو عربی زبان کے مسلّم اُستاد اور ادیب ہیں وہ قرآن مجید کے حقائق و معارف اور معانی و مطالب کے سب سے بڑے مفسّر ہوتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ فرما کر بتا دیا کہ قرآن مجید کے علوم کو وہی مس کر سکتے ہیں جو پاک اور مطہر ہوں۔ گویا جتنی جتنی طہارت و پاکیزگی زیادہ ہوگی۔ اُتنا اُتنا علوم قرآنی کا دروازہ کُھلتا چلا جائے گا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے علوم قرآنی کے مقابلہ میں تمام دنیا کے علماء و فضلاء و فصحاء و بلغاء کا صاف طور پر عاجز آجانا آپ کے صادق اور راستباز ہونے پر ناقابل تردید گواہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

پھر ایک اور پیشگوئی نشانِ الٰہی ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۳۸ میں درج ہے اور وہ یہ ہے :-
اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (الرحمٰن : ۲،۳) اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم قرآن کا وعدہ دیا تھا سو اس وعدہ کو اس طور سے پورا کیا کہ اب کسی کو معارف قرآنی میں مقابلہ کی طاقت نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی اس ملک کے تمام مولویوں میں سے معارفِ قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے اور کسی سورۃ کی ایک تفسیر میں لکھوں اور ایک کوئی اور مخالف لکھے تو وہ نہایت ذلیل ہوگا اور مقابلہ نہیں کر سکے گا اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اصرار کے مولویوں نے اس طرف رُخ نہیں کیا پس یہ ایک عظیم الشان نشان ہے مگر ان کے لئے جو انصاف اور ایمان رکھتے ہیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵)

"میری طرف سے متواتر دنیا میں اشتہارات شائع ہوتے کہ خدا تعالےٰ کے تائیدی نشانوں میں سے ایک یہ نشان بھی مجھے دیا گیا ہے کہ میں فصیح بلیغ عربی میں قرآن شریف کی کسی سورۃ کی تفسیر لکھ سکتا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہ میرے بالمقابل اور بالمواجہ بیٹھ کر کوئی دوسرا شخص خواہ مولوی ہو یا کوئی فقیر گدی نشین ایسی تفسیر ہرگز نہیں لکھ سکیگا۔" (نزول المسیح صفحہ ۵۳)

"اب کسقدر ظلم ہے کہ اِسقدر نشانوں کو دیکھ کر پھر کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا اور مولویوں کے لئے تو خود اُن کی بے علمی کا نشان ان کے لئے کافی تھا کیونکہ ہزار ہا روپے کے انعامی اشتہار دیئے گئے کہ اگر وہ بالمقابل بیٹھ کر کسی سورۃ قرآنی کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں میرے مقابل پر لکھ سکیں تو وہ انعام پائیں۔ مگر وہ مقابلہ نہ کر سکے۔ تو کیا یہ نشان نہیں تھا کہ خدا نے اُن کی ساری علمی طاقت سلب کر دی۔ باوجود اس کے کہ وہ ہزاروں تھے۔ تب بھی کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ سیدھی نیت سے میرے مقابل پر آوے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس مقابلہ میں کس کی تائید کرتا ہے"۔ (نزول المسیح صفحہ ۳۰)

"نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں (۱) ایک یہ کہ معارفِ عالیہ فرقانِ حمید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے۔ جن میں دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۲) دوسرے یہ کہ زبانِ قرآن یعنی عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی ہے کہ اگر تمام علماء مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اس میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں۔ تو ناکام اور نامراد رہیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ جو حلاوت اور بلاغت اور فصاحتِ لسانِ عربی مع التزام حقائق و معارف و نکات میرے کلام میں ہے وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور اُن کے استادوں اور اُن کے بزرگوں کو ہرگز حاصل نہیں۔

اس الہام کے بعد میں نے قرآن شریف کے بعض مقامات اور بعض سورتوں کی تفسیریں لکھیں اور نیز عربی زبان میں کئی کتابیں نہایت بلیغ و فصیح تالیف کیں اور مخالفوں کو اُن کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ بلکہ بڑے بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے اگر وہ مقابلہ کر سکیں اور ان میں سے جو نامی آدمی تھے جیسا کہ میاں نذیر حسین دہلوی اور ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ۔ اِن لوگوں کو بار بار اس امر کی دعوت کی گئی کہ اگر کچھ بھی انکو علمِ قرآن میں دخل ہے یا زبان عربی میں مہارت ہے یا مجھے میرے دعویٰ مسیحیت میں کاذب سمجھتے ہیں تو ان حقائق و معارف پُر از بلاغت کی نظیر پیش کریں۔ جو میں نے کتابوں

میں اس دعویٰ کے ساتھ لکھے ہیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خدا تعالیٰ کے نشان ہیں مگر وہ لوگ مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ نہ تو وہ اُن حقائق و معارف کی نظیر پیش کر سکے جنکو میں نے بعض قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر لکھتے وقت اپنی کتابوں میں تحریر کیا تھا اور نہ ان بلیغ و فصیح کتابوں کی طرح دو سطر بھی لکھ سکے جو میں نے عربی میں تالیف کر کے شائع کی تھیں۔"
(تریاق القلوب تقطیع کلاں صفحہ ۴۴)

"خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندہ کو عطا فرماتا ہے۔ اوّل اُن کی اکثر دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ دوّم اُن کو خدا تعالیٰ بہت سے اُمورِ غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ سوّم یہ کہ اُس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس عاجز کا مکذّب ہو کر پھر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے۔ میں اُس کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ اِن تینوں باتوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے اور فریقین میں قرآن شریف کے کسی مقام کی سات آیتیں تفسیر کے لئے بالاتفاق منظور ہو کر ان کی تفسیر دونوں فریق لکھیں۔"
(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۹ حاشیہ)

"میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں۔ یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جائے اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں اُن کی تفسیر میں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے پھر اگر میں حقائق و معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں۔"
(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۰)

"غرض سب کو بلند آواز سے اس بات کی طرف مدعو کیا کہ مجھے علم حقائق اور معارف قرآن دیا گیا ہے۔ تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے سو اس اعلان کے بعد میرے مقابل ان میں سے کوئی بھی نہ آیا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

"ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بیشک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسین بھیں وغیرہ کو بُلالیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دیکر وہ چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔"
(اربعین ضمیمہ ۴ صفحہ ۶)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علوم قرآن کے مقابلہ کے لئے تمام دُنیا کے علماء کو للکارا۔ مگر انہوں نے فرار اختیار کر کے اِس بات پر مہر ثبت کر دی کہ خدا کا پیارا مسیح آسمانی علوم لے کر دُنیا میں آیا تھا جس کے بالمقابل اُن کے زمینی اور خشک علوم کی حیثیت جہالت سے بڑھ کر نہ تھی۔

اٹھارہویں دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ اگر مخالفین باوجود زبردست دلائل اور عظیم الشان نشانات کے پھر بھی خدا کے فرستادہ پر ایمان نہ لائیں تو آخری طریق فیصلہ "مباہلہ" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین

اپنے جھگڑے کو اُس احکم الحاکمین خدا کی عدالت میں لے جائیں جو اپنے فیصلہ میں غلطی نہیں کرتا۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ (آل عمران: ۶۲)

کہ اگر یہ لوگ باوجود دلائلِ بیّنہ اور براہینِ قاطعہ کے پھر بھی نہیں مانتے تو ان سے کہدے کہ آؤ! ہم دونوں فریق اپنے اہل وعیال اور جماعت کو لیکر خدا کے سامنے دُعا تے مباہلہ کریں اور جھوٹے پر لعنت اللہ کہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکرین نے بھی جب باوجود دلائلِ بیّنہ کے آپ کی مخالفت کو نہ چھوڑا تو آپ نے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ لیکن حق کی کچھ ایسی ہیبت اُن کے دلوں پر طاری ہوئی کہ بجز فرار کے اُن کو کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "لَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارٰى حَتّٰى يَهْلِكُوْا كُلُّهُمْ" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۹) کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو ایک سال کے اندر سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ پس مذہبی اختلافات کیلئے آخری فیصلہ "مباہلہ" ہے۔ فریقین احکم الحاکمین خدا کی عدالت سے صحیح اور سچے فیصلے کے لئے ملتجی ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک سال کے اندر جھوٹے کو برباد کر کے حق اور باطل میں ابدی فیصلہ صادر فرما دیتا ہے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے پیارے آقا و سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس سنت پر عمل کیا اور جب دلائلِ عقلی و نقلی اور نشاناتِ ارضی و سماوی غرضیکہ ہر طریق سے اُن پر اتمامِ حُجّت ہو چکی تو آپ نے ان کو آخری طریقِ فیصلہ (مباہلہ) کی طرف بُلایا اور تحریر فرمایا:۔

"سو اب اُٹھو! اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم سُن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اوّل نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہاماتِ الٰہیہ پر۔ سو تم نے نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا۔ اور خدا کے کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میری بناء دعوٰے کا دوسرا شِق باقی رہا۔ سو میں اُس ذاتِ قادر وغیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اِس دوسری بنا کے تصفیہ کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔" (انجام آتھم ص۶۵)

اور یُوں ہو کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں اُن تمام الہامات کے پرچے کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر مُباہلہ میں حاضر ہونگا اور کہونگا کہ الٰہی! اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے اور تُو جانتا ہے کہ میں نے اِن کو اپنی طرف سے بنایا ہے۔ یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہامات نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک سال گذرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر کہ جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے تیری عزّت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں، لیکن اے خُدائے علیم وخبیر! اگر تُو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں۔ اور تیرے مُنہ کی باتیں ہیں۔ تو ان مخالفوں کو

جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ میں نہایت سخت دُکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے کسی کو مجذوم۔ کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا۔ اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دُعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں "آمین"۔ ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر ایک جو مباہلہ کے لئے حاضر ہو۔ جناب الٰہی میں یہ دُعا کرے .... اور یہ دُعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں "آمین"۔ اس مباہلہ کے بعد اگر مَیں ایک سال کے اندر مر گیا۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جانبری کے آثار نہ پائے جائیں۔ تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے۔ اور مَیں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤنگا۔ لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفاتِ بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر ایک اُن میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا اور میری بددُعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دُنیا پر حق ظاہر ہو جائیگا اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اُٹھ جائیگا"

آپؑ نے یہاں تک لکھا کہ:-

"مَیں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دُعا کا اثر صرف اُس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آئیں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں اگر ایک بھی باقی رہا تو مَیں اپنے تئیں کاذب سمجھونگا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کرونگا" (انجام آتھم ۱۸۹۶ء ص۶۶-۶۷)

یہ دعوتِ مباہلہ تحریر فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالف علماء کو نہایت غیرت دلانے والے الفاظ میں مخاطب فرمایا۔

"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اُس شخص پر کہ اِس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ میدان مباہلہ میں حاضر ہو۔ اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے" (انجام آتھم ص۶۷)

یہ وہ آخری طریق فیصلہ تھا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا پُرشوکت الفاظ میں اپنے مکفر علماء کو دعوت دی۔ رسالہ "انجام آتھم" اُن کو بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا۔ مگر اُن میں سے ایک بھی میدان میں نہ آیا۔

انیسویں دلیل

حدیث میں ہے:- وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا (مسلم باب نزول عیسٰیؑ) کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی اور اُن پر تیز سفر نہیں کیا جائیگا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ ایسے زمانہ میں آئیگا جبکہ ایسی ایسی سواریاں ایجاد ہونگی کہ جن کے باعث اونٹنیاں لمبے اور جلدی کے سفروں میں متروک ہو جائیں گی۔ بار برداری یا معمولی

مسافت کا کام اگر اونٹوں سے لیا جاتا رہے تو وہ خلافِ حدیث نہیں کیونکہ یہ امر عقلاً محال ہے کہ کسی وقت کلّی طور پر سب کی سب اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں۔ حدیث میں "فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا" کے الفاظ واضح ہیں۔ اور قرآن مجید میں "اَلْعِشَارُ" کا لفظ ہے۔ جس کے معنی حاملہ اونٹنی کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ایسی اعلیٰ سواریاں نکل آئیں گی کہ ہر سفر کے لیے اونٹوں کا لابدی ہونا باقی نہ رہے گا۔ یعنی جیسا کہ زمانہ قدیم میں شدتِ ضرورت کے ماتحت حاملہ اونٹنیوں کو بھی کام کاج اور مشقت سے مستثنیٰ نہیں کیا جاتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں ایسا نہ ہوگا نیز اس حدیث نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قرآن مجید کی آیت "اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ" بھی زمانہ مسیح موعود کے متعلق ہے۔ کیونکہ لَیُتْرَکُنَّ الْقِلَاصُ والی حدیث صریح طور پر مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق ہے۔

بیسویں دلیل

مولوی ثناء اللہ مرحوم امرتسری جماعتِ احمدیہ کے مشہور معاندین میں سے تھے اور عام طور پر یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے خوب واقف ہیں۔ ہم اس جگہ اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ اُن کا یہ ادعا کس حد تک درست تھا، لیکن بانگ بلند کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو بھی صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک روشن اور واضح نشان بنایا ہے۔

آج سے تیس۳۰ سال قبل ۱۹۲۳ء میں جب وہ حیدر آباد دکن میں بغرض تردید احمدیت گئے ہوئے تھے۔ سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب آف سکندر آباد نے (جو جماعت احمدیہ کے ایک ممتاز فرد ہیں)۔ ایک اشتہار انعامی دس ہزار سات صد روپیہ شائع کیا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ فی الواقعہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں سچا نہیں سمجھتے تو وہ حلف اُٹھا کر اس امر کا اعلان کر دیں۔ اگر اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہ جائیں تو دس ہزار روپیہ اُن کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ اور حلف اُٹھانے کے وقت نقد پانسو روپیہ ان کی نذر ہوگا۔ علاوہ ازیں اس شخص کو بھی جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس حلف کے اُٹھانے پر آمادہ کرے دوصد روپیہ انعام دیا جائے گا؟ اس اعلان کے بعد مولوی ثناء اللہ تقریباً ۲۶ سال زندہ رہے مگر مولوی صاحب موصوف نے حلف مؤکد بعذاب اُٹھانے کا نام نہ لیا اور ان کا اس سیدھے اور صاف طریق فیصلہ سے پہلوتہی کرنا قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ اُن کو دل سے اس بات کا یقین تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کی طرف سے تھے۔ ہم ذیل میں جناب سیٹھ صاحب کا انعامی اشتہار نقل کر کے تمام اہلِ انصاف حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ حیرت انگیز مگر دانشمندانہ گریز بتایا ہے کہ وہ صداقت کی بنا پر احمدیت کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا اصل موجب دُنیا طلبی کے سوا اور کچھ نہیں۔

جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

اِذَا خَرَجَ هٰذَا الْاِمَامُ الْمَهْدِیُّ فَلَیْسَ لَهٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَهَآءُ خَاصَّةً فَاِنَّهٗ لَا یَبْقٰی لَهُمْ تَمْیِیْزٌ عَنِ الْعَامَّةِ (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۳) کہ جب حضرت امام مہدی ظاہر ہونگے تو اس زمانہ کے مولوی خاص طور پر ان کے دشمن ہونگے محض اس وجہ سے کہ وہ یہ سمجھیں گے کہ ان پر ایمان لانے سے عوام پر اثر اور رسوخ قائم نہیں رہے گا۔

نقل اشتہار مؤرخہ ۲۲ر فروری ۱۹۲۳ء

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپیہ انعام"

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۲۳ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز و محترم باوقار انسان یعنی عالی جناب مہاراجہ سرکرشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے۔ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدرآباد آنے کا اصل مقصود سیٹھ عبداللہ الٰہ دین ہیں تاکہ ان کو ہدایت ہو جاتے۔ اس لئے میں اپنے ذاتی اطمینان اور تسلی کے لئے بذاتِ خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم کھا جائیں۔ مگر قبل اس کے کہ مولوی صاحب حلف اُٹھائیں ضروری ہوگا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ صاف طور پر حیدرآباد و سکندرآباد میں شائع کردیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اخیر دن تک میں اپنے اس اقرار معیار فیصلہ کن کے خلاف کوئی تحریر یا تقریر شائع نہ کرونگا اور نہ بیان کرونگا۔ ہاں ویسے مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ مرزا صاحب کی تردید بڑے زور سے کرتے رہیں۔ مگر اس حلف کے فیصلہ کن معیار ہونے سے حلف کے بعد سال بھر تک انکار نہ کریں۔ میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اس حلف کے بعد اگر مولوی صاحب ایک سال تک صحیح و سلامت رہے یا اُن پر کوئی عبرتناک و غضبناک عذاب نہ آیا تو میں اہلِ حدیث ہوجاؤنگا۔ یا مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسبِ خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کردوں گا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں:۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسۂ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے۔

"میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سُنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف اُنکی میں نے مطالعہ کیں اور عبداللہ الٰہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار روپیہ کا بھی پڑھا۔ مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی و الہامات جو چودھویں صدی کے مجدد و امامِ وقت و مسیح موعود و مہدی موعود اور اپنے نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ

و افترا اور دھوکا و فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام وفات نہیں پاتے بلکہ وہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار کے ذریعہ قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں، نہ امتی نبی ہیں بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب میں انکو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف و صحیح احادیث کے خلاف ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالیٰ کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر و ذوالجلال خدا جو تمام زمین آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے۔ بس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو ہی قہار اور منتقم حقیقی ہے۔ اور تو ہی علیم و خبیر و سمیع و بصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی و الہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق پر ہوں تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر یا کسی ایسے دردناک اور عبرتناک عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ تاکہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔ آمین! آمین!! آمین!!!"

نوٹ :۔ اس عبارت حلف میں اگر کوئی ایسا عقیدہ درج ہو جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نہیں مانتے تو میرے نام ان کی دستخطی تحریر آنے پر اس عقیدہ کو اس حلف سے خارج کر دونگا۔

خاکسار عبداللہ الہ دین سکندر آباد

۱۲ر فروری ۱۹۲۳ء

نقل اشتہار مورخہ ۸ر مارچ ۱۹۲۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور انکے ہم خیالوں پر آخری اتمام حجت

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی و الہامات کے مخالف اپنے عقائد ظاہر کرتے ہیں اور جن کے متعلق سکندر آباد و حیدر آباد میں انہوں نے بہت سے لیکچر دیئے ہیں اگر درحقیقت ان عقائد میں مولوی ثناء اللہ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب حق پر نہیں ہیں اور جو عقائد مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں وہی سچے ہیں تو کیوں مولوی صاحب اپنے ان عقائد کو حلفاً بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب خود اپنی تفسیر ثنائی جلد اول ص ۱۹۳ میں لکھتے ہیں کہ گواہی نہ چھپاؤ۔ جو کوئی اس کو چھپائے گا خواہ وہ کسی غرض سے چھپاوے تو جان لو کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے۔" یہ قرآن شریف کی آیت شریفہ کا ترجمہ ہے اور حکم الٰہی ہے کہ شہادت کو نہ چھپاؤ بلکہ ظاہر کرو۔ تو پھر مولوی ثناء اللہ صاحب اس حکم کی تعمیل کیوں نہیں کرتے۔ یہ شہادت ایسی تھی کہ اس

کے لئے مولوی صاحب کو محض ثواب کی خاطر بھی تیار ہو جانا چاہیئے تھا مگر جب انہوں نے ۶ر فروری ۱۹۲۳ء کے اشتہار میں دس ہزار روپیہ کا مجھ سے مطالبہ کیا۔ تو وہ بھی میں نے دینا منظور کیا۔ اب میں آخری اتمام حجت کے طور پر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناءاللہ صاحب میرے اشتہار مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۲۳ء کے الفاظ و شرائط کے مطابق اب حلف اُٹھانے کو تیار ہو جائیں (زبان اُس میں جو عقائد وہ نہ مانتے ہوں۔ وہ ان کی دستخطی تحریر آنے پر نکال دیئے جا سکتے ہیں) تو میں ان کو فوراً مبلغ پانسو روپیہ نقد بھی دینے کے لئے تیار ہوں۔ جس کا مولوی صاحب حلف کے وقت ہی مطالبہ کرتے ہیں اور اگر وہ ایک سال تک موت یا عبرتناک عضبناک عذاب سے جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ بچ جائیں تو پھر دس ہزار روپیہ انکو نقد دیا جائیگا۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب کے ہمخیالوں میں جو کوئی صاحب ان کو اس بات کے لئے آمادہ کریں گے دو صد روپیہ ان کو بھی انعام دیا جائیگا۔ اگر اب بھی مولوی ثناءاللہ صاحب نے میرے اشتہار مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۲۳ء کے مطابق حلف اُٹھانے سے گریز کیا تو مولوی ثناءاللہ صاحب اور ان کے ہم خیالوں پر ہماری طرف سے ہر طرح اتمام حجت سمجھی جائیگی اور آئندہ کے لیے انکو کسی طرح کا حق حاصل نہ ہو گا کہ حضرت مرزا صاحب یا آپ کی جماعت کے عقائد پر بے جا حملے کریں مولوی ثناءاللہ صاحب کو اِس حلف کے لئے میں نے ابتداء سے اس لئے منتخب کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کا کافی مطالعہ کیا ہوا ہے۔ اور بذریعہ کئی مباحثات کے اُن پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ فقط مورخہ ۱۹ر رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۸ر مارچ ۱۹۲۳ء۔

خاکسار عبداللہ الہ دین احمدی

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپیہ انعام

پاکٹ بک کے سابق ایڈیشن کی اشاعت کے وقت جناب سیٹھ صاحب مذکور نے ہمیں اختیار دیا تھا کہ ہم اس انعامی اعلان کو پھر شائع کریں۔ "یہ خاکسار اُن کو وہی حلف اُٹھانے کی دعوت دیتا ہے اور پھر اُن کے لیے پہلے کی طرح ایک انعام پانصد روپیہ کا اور دوسرا دس ہزار روپیہ کا مقرر کرتا ہے۔ اور ہمارے غیر احمدی بھائیوں میں سے جو شخص بھی ان کو حلف اُٹھانے کے لئے آمادہ کریگا اس کے لیے بھی حسب سابق دوسو روپیہ انعام تیار ہے۔ اب بھی اگر مولوی ثناءاللہ صاحب نے حلف اُٹھانے سے گریز کیا۔ تو اے آسمان و زمین تم گواہ رہو کہ ہم نے ہر طرح سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین و منکرین پر اتمام حجت کر دی۔ اب ان کے اور خدا کے درمیان معاملہ ہے۔"

اُس وقت ہم نے لکھا تھا کہ "ہم اپنی بصیرت کی بناء پر کہتے ہیں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب اب بھی اپنی مخصوص حیلہ بازی کے ذریعہ لیت و لعل کرتے رہیں گے اور ہرگز حلف مؤکد بعذاب اُٹھانے پر آمادہ نہیں ہونگے۔ چنانچہ ہماری بصیرت درست ثابت ہوئی۔ اس ایڈیشن کی اشاعت کے وقت وہ حسرتناک موت مر چکے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو جماعت احمدیہ کی صداقت کے اس واضح اور کھلے نشان سے فائدہ

اُٹھاتے۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔ سچ ہے جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔
"سنت اللہ یہی ہے کہ وہ ہزاروں نکتہ چینیوں کا ایک ہی جواب دے دیتا ہے یعنی تائیدی نشانوں سے مقرب ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ تب جیسے نُور کے نکلنے اور آفتاب کے طلوع ہونے سے یکلخت تاریکی دُور ہو جاتی ہے ایسا ہی تمام اعتراضات پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ سو مَیں دیکھتا ہوں کہ میری طرف سے بھی خدا یہی جواب دے رہا ہے۔ اگر مَیں سچ مچ مفتری اور خائن اور بدکار اور دروغگو تھا تو پھر میرے مقابلہ سے اِن لوگوں کی جان کیوں نکلتی ہے؟ بات سہل تھی کہ کسی آسمانی نشان کے ذریعہ سے میرا اور اپنا فیصلہ خدا پر ڈال دیتے۔ اور پھر خدا کے فعل کو بطور ایک حَکَم کے فعل کے مان لیتے مگر ان لوگوں کو تو اس مقابلہ کا نام سُننے سے بھی موت آتی ہے۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۹)

نوٹ:۔ سابق ایڈیشن محمدیہ پاکٹ بک میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے عذر کیا ہے کہ مَیں کئی کئی مرتبہ پہلے مطبوعہ حلف کھا چکا ہوں۔ سو یاد رہے کہ یہ صریحاً جھوٹ ہے، مولوی صاحب نے آج تک کبھی مؤکد بعذاب حلف نہیں اُٹھائی جس کا ان سے مطالبہ ہے، نیز ان کا یہ کہنا کہ مَیں اس شرط پر حلف اُٹھاؤں گا کہ حضرت امیر المؤمنین مجھے یہ بات لکھ دیں محض دفع الوقتی ہے۔ کیونکہ مطالبہ حلف حضرت صاحب کی طرف سے نہیں جناب سیٹھ صاحب کا ذاتی مطالبہ ہے اور انعام بھی انہی کی طرف سے مقرر ہے۔
خادم

ضروری یادداشت

پاکٹ بک ہذا میں فردوس الاخبار دیلمی کے جس قدر حوالے ہیں اُن کا نمبر صفحہ اس نسخہ کے مطابق ہے جو کتبخانہ آصفیہ نظام حیدر آباد دکن میں موجود ہے اور جس کا نمبر ۱۴ فن حدیث ہے۔ اس کا ثبوت کہ حوالے درست ہیں وہ مصدقہ نقل ہے جس پر مہتمم صاحب کتبخانہ آصفیہ کے دستخط ہیں جو خاکسار خادم کے پاس محفوظ ہے اس کی نقل مطابق اصل درج ذیل ہے۔
"نقل عبارت فردوس الاخبار صحیح ہے مقابلہ کیا گیا۔ دستخط سید عباس حسین مہتمم کتبخانہ آصفیہ سرکار عالی ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ حیدر آباد دکن" اصل تحریر جو چاہے مجھ سے دیکھ سکتا ہے۔
۲۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کتاب کا اصل نام "دیلمی" دال کے ساتھ ہے۔
۳۔ دیلمی مشہور محدث گزرا ہے۔ وفات ۵۵۸ھ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں اسکے متعلق هُوَ حَسَنُ الْمَعْرِفَةِ فِي الْحَدِيْثِ لکھا ہے۔ نیز کشف الظنون جلد ا صفحہ ۱۸۱ پر بھی اسکا ذکر ہے اس سے مشکوٰۃ اور سیوطی وغیرہ نے روایت لی ہے۔ خادم
یادداشت نمبر ۲:۔ مَیں نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراضات کے جوابات" کو چار ابواب پر تقسیم کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اوّل :- "الہامات پر اعتراضات کے جوابات" اس باب میں الہامات پر تمام اعتراضات کے جوابات درج ہیں۔ اس حصہ کے آخر میں الہامات کے متعلق اعتراضات کے جوابات درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت اقدسؑ کو غیر زبان میں کیوں الہامات ہوتے۔ بعض الہامات کے معنے سمجھ نہ سکے۔ آپ کو شیطانی الہام ہوتے تھے۔ آپ کو بعض دفعہ الہام بھول جاتا تھا۔ غرضیکہ الہامات کے متعلق اصولی اعتراضات کے جوابات بھی اس باب اوّل کے آخر میں درج ہیں۔

باب دوم :- "پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جوابات" اس میں پیشگوئیوں پر بحث ہے۔ مثلاً محمدی بیگم ثناء اللہ۔ عبدالحکیم۔ اپنی عمر کے متعلق۔ منظور محمد صاحب کے ہاں بیٹا ہونا۔ عبداللہ آتھم۔ ایمان بٹالوی۔ قادیان میں طاعون۔ محمد حسین بٹالوی کی ذلت اور نافلۃ لک والی پیشگوئی۔

باب سوم :- حضرت صاحب کی تحریرات پر اعتراضات اور انکے جوابات۔ اس باب میں تمام وہ اعتراضات درج ہیں جن کا تعلق حضرت صاحب کی تحریرات کے ساتھ ہے۔ مثلاً شعر کہنا۔ تحریرات میں صحت حوالجات۔ جھوٹ کا الزام براہین احمدیہ کا روپیہ یا وعدہ خلافی۔ سخت کلامی۔ وتناقضات۔ بعض ایسے امور کا آپ کی تحریرات میں ہونا جس کو مخالفین خلافِ قدرت وعقل قرار دیتے ہیں۔ مثلاً بکرے کا دودھ دینا وغیرہ۔ سو اس باب میں تمام ایسے اعتراضات کا جواب ہے۔ خصوصاً غلط حوالوں۔ جھوٹ اور تناقضات جہاد انگریز کی خوشامد کے الزامات یا توہین فاطمہؓ وحسینؓ ومریمؑ۔ یا دعویٰ فضیلت بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ الزامات کا جواب اسی باب میں ہے۔

باب چہارم :- حضرت اقدسؑ کی ذات پر اعتراضات کے جواب۔ اس باب میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جن کا تعلق حضرت اقدسؑ کی ذات یا جسم کے ساتھ ہے۔ مثلاً آپ کا نام ابن مریم نہ ہونا۔ جائے نزول۔ آپ پر کفر کا فتویٰ لگنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن نہ ہونا۔ بیمار ہونا۔ کسرِ صلیب۔ صاحب شریعت نہ ہونا۔ کسی کا شاگرد ہونا۔ حج نہ کرنا۔ الزام مراق۔ ملازمت۔ مخالفین کے لیے بد دُعا کرنا۔ ادویہ کا استعمال۔ سو ان اعتراضات پر بحث اسی باب چہارم میں ہے اگر آپ اس تقسیم کو ذہن نشین کر لیں تو آپ کو عندالضرورت حسب خواہش مضمون تلاش کرنے میں بہت آسانی رہے گی۔

خادم